ڈاکٹر ابرار عبدالسلام
ڈاکٹر محمد ساجد خان

مکاتیب: ڈاکٹر مختار الدین احمد بنام لطیف الزماں خاں

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو عربی، فارسی اور اردو کے ادیب، محقق، مخطوطہ شناس، مرتب، دانشور اور استاد تھے۔ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ ماہرِ غالبیات کی حیثیت سے بھی معروف رہے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ عربی اور اردو کے متعدد نادر و نایاب متون کی دریافت اور اشاعت کا سہرا ان کے سر جاتا ہے۔ ان کے سینکڑوں علمی و ادبی مضامین اردو کے معروف رسائل و جرائد میں شائع ہو کر دادِ تحسین حاصل کرتے رہے ہیں۔ ان کی عربی کی کئی کتابیں اور مضامین ہندوستان پاکستان اور لبنان سے شائع ہوئی ہیں۔ اردو تصانیف و تالیفات میں 'خطوطِ اکبر'، 'فہرست نمائش گاہ مخطوطات و نوادر کتاب خانہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ'، 'احوالِ غالب'، 'نقدِ غالب'، 'تذکرہ شعرائے فرخ آباد'، 'سیر دہلی از ریاض الدین امجد'، 'کربل کتھا'، 'گلشنِ ہند'، 'تذکرۂ آزردہ'، 'دیوانِ حضور عظیم آبادی'، 'عبدالحق'، 'ذاکر صاحب کے خطوط مولانا عبدالماجد دریابادی کے نام' عربی تصانیف میں 'دیوان شعر: الامیر موید الدولہ اسامہ بن منقذ الکنانی الشیرازی'، 'فضائل من اسمہ احمد او محمد لابن بکیر البغدادی'، 'المختار من شعر ابن الدمینۃ'، 'رسالۃ المبرد النحوی'، 'الحماسۃ البصریۃ لصدر الدین علی بن ابی الفرج البصری' اور 'القصیدۃ الدالیۃ للاعشی الکبیر مع شرح الشیرازی' معروف کتب ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں صدر جمہوریہ ہند نے عربی زبان و ادب پر ان کے علمی و تحقیقی کاموں کی اہمیت کی بنا پر انھیں سرٹیفکیٹ آف آنر سے نوازا۔ کئی جامعات کی مختلف کمیٹیوں سے وابستہ رہے۔ مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی کے پہلے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔

لطیف الزماں خاں ۱۳، مارچ ۱۹۲۴ء میں بھیلواڑہ ریاست میواڑ میں پیدا ہوئے۔ قلمی نام لطیف عارف ہے۔ زندگی کا بیشتر عرصہ ملتان میں تدریس و تحقیق میں صرف کیا لیکن آبائی وطن اترولی، علی گڑھ تھا۔ تمام عمر انگریزی پڑھائی لیکن ذہنی قربت اور دلی لگاؤ اردو زبان و ادب سے رہا۔ اردو، علی گڑھ، رشید احمد صدیقی اور غالب ان کی زندگی کے محور تھے۔ رشید احمد صدیقی سے عقیدت کی بنا پاکستان اور پاکستان سے باہر لائبریریوں میں گوشۂ رشید بنوائے اور ان میں ہزاروں کی تعداد میں کتب عطیہ دیں۔ خان صاحب کا اختصاص ان کی ذاتی لائبریری ہے۔ جس کو بنانے میں انھوں نے اپنا خون پسینا ایک کر دیا۔ غالب اور رشید احمد صدیقی پر جتنی کتابیں اور مضامین ان کے کتب خانے میں موجود تھے، یکجا صورت میں اتنی برعظیم کے کسی سرکاری، نیم سرکاری اور نجی کتب خانے میں موجود نہیں ہوں گی۔ ان کا انتقال ۲۶ دسمبر ۲۰۱۳ء بروز جمعرات علی الصبح ۸۹ سال کی عمر میں ملتان میں ہوا۔ راقم الحروف ابرار نے تاریخ وفات ''لطیف الزماں خاں ہیں فردوس مکاں'' سے نکالی ہے۔

رشید احمد صدیقی سے عقیدت تھی۔ خود کہتے تھے عقیدت میں دائیں بائیں نہیں دیکھا جاتا۔ بس سر جھکا کر نقش قدم تلاش کیے جاتے ہیں۔ تمام عمر رشید احمد صدیقی کے نقشِ قدم تلاش کرتے رہے۔ اسی عقیدت کا حاصل ان کی درج ذیل تالیفات ہیں۔ عزیزان علی گڑھ بخط رشید احمد صدیقی، گنج ہائے گراں مایہ حصہ دوم، خطوط رشید احمد صدیقی جلد اول تا جلد ہشتم سر سید کا مغربی

تعلیم کا تصور اور اُس کا نفاذ علی گڑھ میں، پیامِ اقبال، غالب نکتہ داں، غالب آشفتہ سر، میزانِ نثر جلد اول تا پنجم۔ بیسویں صدی کے معروف اور غیر معروف شعرا، ادبا، محققین، ناقدین اور دیگر شخصیات سے بذریعہ خط و کتابت رابطہ رہا۔ ڈاکٹر گیان چند جین، مالک رام، رشید حسن خان، ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی، ڈاکٹر محمد حسن، ڈاکٹر شارب ردولوی، ڈاکٹر قمر رئیس، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ ،کالی داس گپتا رضا، وارث علوی، ڈاکٹر انصار اللہ نظر، امتیاز علی عرشی، ڈاکٹر خلیق احمد نظامی، ڈاکٹر مختار الدین آرزو، ڈاکٹر عبدالحق، ڈاکٹر خورشید الاسلام، شاہد علی خان، ڈاکٹر حکیم ظل الرحمٰن، معین احسن جذبی، حمایت علی شاعر، ڈاکٹر عبدالقوی دسنوی، وزیر الحسن عابدی، ناصر بغدادی، ڈاکٹر جمیل جالبی، ڈاکٹر اسلم فرخی، غلام رسول مہر، احمد ندیم قاسمی، اور محمد طفیل نمایاں نام ہیں۔

بیسویں صدی کی ادبی شخصیات کے ہزاروں خطوط جو ان کے نام آئے وہ سب خطوط انھوں نے اپنی زندگی ہی میں جھنڈیر لائبریری میلسی کو دے دیے تھے۔ ان کی تعداد چھ ہزار سے زائد ہے۔ زیرِ نظر خطوط وہ خطوط ہیں جو ڈاکٹر مختار الدین صاحب کی طرف سے لطیف الزماں خاں صاحب کو لکھے گئے۔ مختار الدین صاحب نے اور بہت سے خطوط خان صاحب کو تحریر کیے تھے لیکن بیشتر خطوط ڈاکٹر صاحب نے خان صاحب سے یہ کہہ کر منگوا لیے تھے کہ ان کے ایک عزیز ان کے خطوط مرتب کر رہے ہیں۔ اس کے پس منظر میں خان صاحب کے بقول ایک خاص مقصد پوشیدہ تھا جس کے حوالے سے کچھ شواہد ان خطوط میں بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان خطوط کا محرک اور پس منظر یہ ہے کہ خان صاحب نے رشید احمد صدیقی کے خطوط مرتب کر کے شائع کروائے اور اس کے نسخے ہندوستان پہنچے۔ مختار الدین صاحب کے خان صاحب سے تعلق کی بنیاد کا سبب یہی مجموعہ بنا۔ خطوط کا یہ مجموعہ مجلس ادبیاتِ مشرق، کراچی سے ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا تھا۔ خان صاحب نے 'گلاب کی کاشت' کے عنوان سے مقدمے میں اس مجموعے کی سرگزشت پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ اس میں ۲۹ ادیبوں کے نام ۲۶۸ خطوط شامل ہیں۔ اس مجموعے میں مرتب کے نام رشید احمد صدیقی کے ۱۲ خطوط بھی شامل ہیں۔ خان صاحب نے ان خطوط پر سینکڑوں کی تعداد میں حواشی تحریر کیے۔ ان حواشی میں خطوط کے سنین کا تعین، اشعار کی تخریج، رشید صاحب کے تسامحات کی نشاندہی، مبہم عبارتوں کی وضاحت، خطوط میں مذکور شخصیات کی مختصر مگر جامع سوانح، دلچسپ معلومات شامل ہیں۔ مختار الدین صاحب نے ان حواشی پر جہاں کہیں انھیں فروگزاشت یا وضاحت طلب مقامات نظر آئے ہیں، ان خطوط کی وساطت سے اپنی معلومات میں مرتب کتاب کو شریک کیا ہے۔ ان خطوط سے ایک طرف کتاب میں موجود تسامحات کی نشاندہی ہوتی ہے تو دوسری طرف مفید اور نئی معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں۔ ان خطوط سے کہیں معلوم نہیں ہوتا کہ انھوں نے خطوط کی عبارت کو خوبصورت بنانے میں شعوری کاوش کی ہو۔ یہ خطوط بڑی بے تکلفی سے لکھے گئے ہیں۔ اسی وجہ سے کہیں کہیں عبارت میں جھول اور خامیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ ان کی تحریر میں بعض اوقات دلچسپ صورتیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ مثلاً پروف انگریزی زبان کا لفظ ہے اس کی جمع انھوں نے پروفوں تحریر کی ہے۔ اسی طرح موازنہ کی جگہ مقابلہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

مختار الدین آرزو کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا۔ ہندوستان اور ہندوستان سے باہر سینکڑوں احباب سے ان کا تعلق رہا۔ روز کئی خطوط آتے اور ان کے جوابات دیے جاتے۔ لطیف الزماں خاں صاحب سے مختار صاحب کے درمیان تعلق کی تین وجوہات تھیں۔ ایک علی گڑھ، دوسری رشید احمد صدیقی اور تیسری غالب۔ لطیف الزماں خاں صاحب کو رشید احمد صدیقی صاحب سے عشق تھا۔ اسی وجہ سے انھوں نے رشید احمد صدیقی صاحب کی تحریریں اکٹھی کر کے شائع کیں۔ رشید صاحب کے خطوط کا پہلا

مجموعہ شائع ہوا تو خاں صاحب نے اس کی کئی کاپیاں ہندوستان بھیجیں۔ ذیل کے خطوط اسی مجموعے سے متعلق ہیں۔ ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ مختار صاحب خود بھی رشید صاحب کے خطوط کا ایک مجموعہ مرتب کر رہے تھے لیکن اور بہت سے کاموں کی طرح یہ کام بھی ادھورا ہی رہا۔

یہ خطوط ڈاکٹر مختار الدین صاحب کی علمی زندگی پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ وہ جن موضوعات پر کام کر رہے تھے۔ ان کی تفصیل ۱۳ مارچ ۱۹۹۰ء کے خط میں موجود ہے۔ ان خطوط میں انھوں نے ان پر مختصر مگر جامع انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ ان خطوط سے ان کے علمی اور تحقیقی کاموں پر بھی روشنی پڑتی ہے اور علمی اور دیگر مصروفیات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ ان کے خطوط اپنے عہد اور معاصرین کے حوالے سے وہ مفید اور دلچسپ معلومات فراہم کرتے ہیں جو شاید کسی اور ذریعے سے معلوم نہ ہو سکیں۔ مختار الدین آرزو صاحب کے خطوط راقم الحروف نے خان صاحب کی زندگی ہی میں ان سے لے لیے تھے۔ اور ہم دونوں (ڈاکٹر ساجد خان صاحب اور میں) نے ان خطوط کو مرتب کر کے انھیں دکھایا بھی تھا۔ بعض حل طلب مقامات کی وضاحت انھوں نے تحریری طور پر کی بھی تھی۔ حواشی میں بہت سی معلومات ان کی زائدہ ءفکر سے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اس قدر باریک لکھتے تھے کہ اسے پڑھنے اور سمجھنے کے لیے محدب عدسے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جس طرح قاضی عبدالودود کی تحریر کو پڑھنا مشکل ہوتا ہے بالکل اسی طرح ان کی تحریر کو پڑھنا بھی جوئے شیر لانے سے کم کام نہیں ہوتا۔ فرق صرف یہ ہے کہ قاضی صاحب بہت مختصر لکھتے تھے اور مخففات کا کثرت سے استعمال کرتے تھے لیکن مختار الدین صاحب قاضی صاحب کے برعکس مفصل لکھتے ہیں۔ ہم دونوں کو مختار الدین صاحب کے خطوط پڑھتے ہوئے بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ پھر بھی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ خطوط کا متن منشائے مصنف کے مطابق رہے۔ مثال کے طور پر مختار الدین صاحب نے شاید کو شائد لکھا ہے اسی طرح نہ ہوگا کو نہوگا تحریر کیا ہے۔ فرمائش کی جگہ فرمایش تحریر کیا ہے۔ متن کو مرتب کرتے ہوئے ان کے املا کو برقرار رکھا گیا ہے۔

(۱)

۸۸/۶/۲۸

یونیورسٹی گیسٹ ہاؤس، کشمیر یونیورسٹی، سرینگر

مکرمی پروفیسر لطیف الزماں خاں صاحب، السلام علیکم!

میں آپ سے عرصے سے واقف ہوں۔ آپ کی تحریریں نظر سے گزرتی رہی ہیں اور ان سے مستفید ہوتا رہا ہوں۔ خط و کتابت کا موقع نہیں ملا۔ پچھلے اتوار کو پروفیسر فصیح احمد صدیقی اغریب خانے پر تشریف لائے۔ وہ آئیں اور رشید صاحب کا ذکر نہ آئے، ممکن نہیں، اس سلسلے میں آپ کا ذکر آیا، فرمانے لگے انھوں نے رشید صاحب کے خطوط کا ایک مجموعہ چھاپا ہے لیکن ابھی تک مجھے نہیں ملا۔ میں رشید صاحب کے نیازمندوں میں ہوں اس لیے اس کے مطالعے کا بہت اشتیاق پیدا ہوا۔ اتفاق سے کل جب میں کشمیر آرہا تھا تو مالک رام صاحب۲ سے ملتا ہوا اور ان کی خیر و عافیت دریافت کرتا ہوا یہاں آیا۔ وہاں خطوط رشید احمد صدیقی کا وہ نسخہ دیکھا جو آپ نے ۲ راپریل کو ''شرافت اور محبت کے پیکر ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی صاحب کی نذر خلوص و احترام کے ساتھ'' کیا ہے۔ یہ نسخہ مالک رام صاحب نے ظہیر احمد صاحب۳ سے منگوایا ہے۔ میں دو تین دنوں کے لیے لے آیا ہوں۔ نصف کتاب تو ہوائی جہاز کے سفر میں پڑھ لی، بقیہ حصہ رات کو دیکھ گیا۔ اب ایک سلیکشن کمیٹی میں جانا ہے۔ بعض امور کے متعلق چند

اشارے مختصر طور پر لکھ رہا ہوں کہ موقع ہو تو دوسرے اڈیشن کی ترتیب کے وقت آپ ملحوظ رکھیں۔

کتابت طباعت صاف ستھری ہے۔ کہیں کہیں اغلاط رہ گئے ہیں۔ پروفوں کی تصحیح نہیں ہو سکی ہے لیکن جب آپ ملتان میں ہوں اور کتاب کراچی میں چھپے تو اغلاط کا رہ جانا خارج از امکان نہیں۔ چھتاری خاندان اور اپنے اعزہ کو جو خطوط رشید صاحب نے لکھے ہیں وہ بعض حیثیتوں سے اہم ہیں لیکن جیسا کہ آپ نے لکھا ہے سب سے اچھا خط وہ ہے جو انھوں نے لیڈی مسعود[۴] کو لکھا ہے۔ علی میاں[۵] اور نظیر احمد صدیقی[۶] صاحب کے نام کے خطوط پہلے پڑھ چکا تھا۔ دوسرے خطوط کی بھی اہمیت ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ان کی ایک ایک سطر بغیر تدوین و ترمیم کے چھاپ کر محفوظ کر دی جائے کہ اس میں بھی کام کی بات نکل آتی ہے۔

آپ ۱۹۸۵ء میں علی گڑھ آئے اور مجھے اطلاع نہیں ہوئی ورنہ ملاقات کے لیے ضرور آتا۔ حیرت ہے کہ آپ نے فصیح احمد صاحب سے ان کے مکتوبات و رقعات حاصل نہیں کیے۔ انھیں تکلف ہے لیکن جب ان کے سب اعزہ نے آپ کے ساتھ تعاون کیا ہے تو یقین ہے آپ اصرار کریں گے تو وہ بھی اپنے محفوظات آپ کو ضرور بھیج دیں گے۔ میں خود ایک مجموعہ شائع کرنا چاہتا تھا۔ عمان میں احسان رشید صاحب[۷] سے میں نے ان کے نام کے خطوط مانگے لیکن ان پر رشید صاحب کے نصائح (بابت عدم اشاعت خطوط) کا خاصا اثر دیکھا اس لیے اصرار نہیں کیا۔ دیکھتا ہوں کہ انھوں نے آپ کو بھی صرف ایک آدھ خط دینے پر اکتفا کیا ہے ورنہ ان کے پاس تو مرحوم کے بہت سے خطوط ہوں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعض خطوط میں رشید صاحب نے ایسی باتیں لکھی ہوں جن کی اشاعت وہ پسند نہ کرتے ہوں۔ میں اس معاملے میں اقبال رشید صاحب[۸] کی تعریف کروں گا۔ ڈاکٹر محمد حسن[۹] یا ڈاکٹر عابد رضا بیدار[۱۰] کو بھی متوجہ کیجیے۔ سلیمان اطہر صاحب[۱۱] کے پاس بھی ممکن ہے کچھ خطوط مزید جمع ہو گئے ہوں۔ اگر میں نے اپنے اور دوسروں کے نام کے خطوط جلد شائع نہیں کیے اور آپ نے طلب کیے تو میں آپ کے مجموعے کی دوسری جلد کے لیے بھیج دوں گا۔

اب کچھ ضروری امور:

ا۔	حواشی مفید ہیں لیکن ان میں بہت تکرار ہے۔ پہلی مرتبہ جہاں کسی کا نام آئے وہاں جامع اور مختصر نوٹ لکھ دیجیے۔ ہر جگہ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ کون ہیں۔ ان کے بیٹوں، بیٹیوں کے نام کے خطوط میں یہ تکرار بہت واقع ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر ص ۱۵ پر احسان رشید صاحب پر پہلا نوٹ کافی ہے اس میں کچھ اضافہ کر دیجیے پھر جہاں بھی یہ نام آئے قارئین سمجھ جائیں گے کہ مراد کس سے ہے۔
ص ۱۵:	فٹ نوٹ ۲: باقیات اقبال کے صفحہ کا حوالہ دے دیجیے۔
ص ۱۷:	ضرار کاظمی، اصغر علی اور دوسرے اصحاب جن کا ذکر آپ کے فٹ نوٹ میں آئے اگر ان کے سنین وفات درج ہو جاتے تو اچھا تھا۔ آپ کو محنت اور تلاش سے کام لینا ہوگا۔ لیکن یہ ایک مفید علمی خدمت ہوگی۔ ص ۲۱، احسان رشید فٹ نوٹ ۲: چھوٹے صاحبزادے کہاں وہ منجھلے صاحب زادے ہیں، نیز ص ۸۳ وغیرہ وغیرہ۔
ص ۲۲:	حاشیہ ۴: نسیم کے شوہر نہیں، یہ تسنیم سلیم چھتاری ہیں۔
ص ۳۲:	حاشیہ ۴: سابق کا لفظ آپ نے کیوں قلم زد کر دیا ہے۔[۱۲]
ص ۳۳:	کلیم صاحب کتابت کی غلطی، حکیم صاحب ہونا چاہیے۔

ص۳۶: حاشیہ۴، الف: حمیدہ سلطان انجمن ترقی اردو کی صدر کبھی نہیں رہیں وہ شاخ دہلی کی صدر تھیں۔

ص۴۴: حاشیہ۴: ابن میاں۔نواب صاحب کے چھوٹے صاحبزادے نہیں۔چھوٹے ایک اور صاحب ہیں جو یہیں علی گڑھ میں ہیں۔یہ صحیح ہے کہ وہ راحت سعید صاحب سے چھوٹے ہیں۔

ص۵۲: اگلی اشاعت میں پروفیسر رئیس احمد پر ایک مختصر نوٹ بڑھا دیجیے۔اس طرح ص۵۳ انور مسعود اور ص۶۱ پر مسعود صاحب پر

ص۶۳: فٹ نوٹ ا: فصیح صاحب اب یہاں پروفیسر ہیں وہ کئی سال امریکہ میں رہے ہیں اس لیے مراد وہی ہیں، رضی احمد صاحب نہیں۔

ص۷۴: عزیز کتابت کی غلطی، مراد ڈاکٹر محمد عُزیر ہیں جو شعبہء اردو میں ریڈر تھے اب کراچی میں مقیم ہیں

ص۷۵: خط ۲۸ آخری سطر: مسعود صاحب سے مراد پروفیسر مسعود حسین خاں ہیں یا وہ جن کا پہلے ذکر آیا، تصریح ضروری تھی۔

ص۷۷/۱: نام محمد شبیر خاں ہے۔ص ۸۷/۱ غالباً نہیں، شعبہء تاریخ میں وحید قریشی صاحب پروفیسر تھے اب انھوں نے ''بیت المجید'' کے نام سے میڈیکل کالج روڈ پر اپنی کوٹھی بنالی ہے اور متقاعد ہونے کے بعد یہیں مقیم ہیں۔میرس روڈ پر جو ان کے والد عبدالمجید قریشی صاحب نے اپنی وسیع کوٹھی تعمیر کی تھی۔اس کا نام بھی ''بیت المجید'' ہی تھا۔

ص۸۵: قاضی علم الہدیٰ پر نوٹ لکھیے، اقبال صاحب یا احسان صاحب سے پوچھیے، میں ان سے واقف نہیں۔

ص۸۸: آخری سطر ساہتیہ اکادمی کا ایوارڈ، یہ ایوارڈ انھیں بالآخر علی گڑھ میں پروفیسر عبدالعلیم صاحب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی کی کوٹھی پر دیا گیا۔اکیڈمی کے سکریٹری آئے تھے اور یونیورسٹی کے ہم دس بیس آدمی جمع ہو گئے تھے۔ سائٹیشن پڑھا گیا اور رشید صاحب نے بھی کچھ کلمات شکریے کے کہے تھے۔خط کا سال تحریر معلوم ہوسکتا ہے۔

ص۹۳/۱: آپ کے نوٹ میں ڈاکٹر عبدالعلیم کے ساتھ صحیح انصاف نہیں ہوسکا۔ان میں بہت خوبیاں بھی تھیں انھوں نے حق تلفی شائد ہی کسی کی کی ہو۔لوگوں کو ان کے حق سے زیادہ انھوں نے بخشا، صرف اقربا کو نہیں، انھوں نے بہتوں کو فائدے پہنچائے۔رشید صاحب بعض وجوہ سے ان سے خوش نہیں تھے اس لیے مذکورہ سطور ان کے قلم سے نکل گئے۔

ص۱۰۷: علیہ سلمہا، عطیہ ہونا چاہیے۔

ص۱۱۷/۵: ''رشید صاحب سے ملنے اکثر علی گڑھ آیا کرتے تھے'' یہ صحیح نہیں، خوشونت سنگھ ۱۳ کو امیر جامعہ رفیق زکریا صاحب نے جامعہ اردو کی مجلس عام کا رکن بنایا تھا، دہلی سے رفیق زکریا صاحب کے ساتھ آئے تھے میں اس وقت وہاں جامعہ کا رکن تھا۔وہ میرے ہی پاس بیٹھے تھے اور دیر تک بات چیت کرتے رہے۔رشید صاحب اس جلسے میں شریک نہیں تھے۔شام کو انھوں نے رفیق زکریا، خوشونت سنگھ اور جامعہ کے کچھ احباب کو اپنے یہاں مدعو کیا تھا۔وہیں غالباً ان کی پہلی ملاقات ہوئی۔مجھے یاد نہیں آتا کہ وہ پھر کبھی علی گڑھ آئے ہوں۔رشید صاحب کی یہ سطریں بھی پڑھیے: ''خوشونت سنگھ سے میری ملاقات صرف ایک دفعہ ڈرائنگ روم میں ہوئی، اس کے بعد پھر کہیں نہیں''۔ص ۱۱۶

ص۱۱۶/۶: آپ یہاں کوئی حاشیہ لکھنا چاہتے تھے جس کا نمبر ۷ ہوتا۔

ص ۱۱۸: عبدالقادر مرحوم میرے معاصر تھے لیکن مجھ سے سینئر۔ اردو کے بہت اچھے طالب علم تھے۔ ان کے متعدد مضامین اس زمانے میں نگار نے شائع کیے تھے۔ تفصیلی ملاقاتیں ان سے میسور میں ہوئیں جہاں وہ اردو کے استاد تھے۔ بہت اچھا کتب خانہ انھوں نے بنایا تھا۔ اس کا ایک حصہ ان کی زندگی ہی میں کالی کٹ یونیورسٹی نے خرید لیا تھا۔

ص ۱۲۶/۲: نام سے ''سید'' نکال دیجیے۔ ڈاکٹر عبدالعلیم صدیقی تھے۔ وہ رشید صاحب کے ''متوسلین'' میں ہوتے تو وہ سطور رشید صاحب ان کے بارے میں نہ لکھتے جو ایک خط میں پہلے انھوں نے لکھے ہیں۔

ص ۱۲۵: آپ شائد محمود صاحب پر کچھ لکھنا چاہتے تھے لیکن یہ نوٹ درج نہ ہو سکا۔ مراد محمود حسین صاحب سے ہے جو عام طور پر قاری محمود حسین کے نام سے مشہور تھے۔ میرے انگریزی کے استاد تھے۔ شعبۂ انگریزی میں ریڈر تھے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم[14] کے زمانے میں وہ رجسٹرار مقرر ہوئے۔ میرے قیام یورپ (۱۹۵۳ء۔۱۹۵۶ء) میں بعض خطوط جو میں نے ذاکر صاحب کو لکھے تھے ان کے جوابات محمود صاحب دیا کرتے تھے۔ بڑے کامیاب رجسٹرار تھے۔ میرے پڑوس میں رہتے تھے۔ دودھ پور میں، اسی زمانے میں ۱۹۵۶ء میں ان پر فالج کا حملہ ہوا۔ بعد کو وہ شعبے میں پروفیسر بنا دیے گئے تھے۔ متقاعد ہونے کے کئی سال بعد ان کا یہیں انتقال ہوا۔

ص ۱۴۹: کمال صاحب[15] کی تجویز کیا تھی۔ کچھ معلوم ہوا؟ نامناسب نہ ہو تو مجھے اطلاع دیجیے گا۔ ''جامع اردو غلط چھپ گیا ہے۔ جامعۂ اردو

ص ۱۳۲/۲ ص ۱۳۳: سرور صاحب[16] کے لیے ''نکالے جانے'' کے الفاظ شائد صحیح درج نہیں ہوئے ہیں۔ بدل دیجیے گا اور باتیں یہاں جو آپ نے لکھی ہیں وہ صحیح نہیں۔ رشید صاحب کی توسیع ملازمت کے سلسلے میں انھوں نے کچھ لکھا ہے لیکن اسلوب صاحب اور دوسرے لوگ اسے صحیح نہیں مانتے۔ ڈاکٹر اصغر عباس[17] کی کتاب پر اسلوب صاحب کا تبصرہ دیکھیے جو ان کے رسالے ''نقد و نظر'' میں شائع ہوا ہے۔ سرور صاحب کا معاملہ لکھنؤ یونیورسٹی کا جہاں تک مجھے یاد آتا ہے یہ ہے کہ وہاں اردو اور فارسی شعبے ایک ساتھ تھے۔ ریڈر کی جگہ پروفیسر سید مسعود حسن رضوی[18] صدر شعبہ نے فارسی کے ایک سینئر آدمی کا انتخاب کیا۔ سرور صاحب نے اسے حق تلفی سمجھا اور وہ لکھنؤ چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ یہاں شعبے میں تو نہیں لیکن تاریخ ادب اردو کی اسکیم میں ریڈر کی جگہ خالی تھی۔ رشید صاحب اور ذاکر صاحب نے انھیں یہاں جگہ دے دی۔ اس میں رشید صاحب کی کوششوں کو سب سے زیادہ دخل تھا۔

ص ۱۳۶/۲: اکرام اللہ صاحب کی صاحبزادی جورڈن کی ملکہ نہیں، مملکۃ الاردنیہ العاشبہ کے بادشاہ حسین کی ملکہ عالیہ (یا علیہ) ہیں، اکرام صاحب کی صاحبزادی ان کے چھوٹے بھائی شہزادہ اور ولی عہد حسین طلال سے بیاہی گئی ہیں۔ اس تقریب میں سابق صدر مملکت پاکستان جنرل ایوب خاں کا بڑا ہاتھ تھا اور سنا ہے کراچی کی تقریبات میں انھوں نے (یا حکومت پاکستان نے) بیدریغ خرچ کیا تھا۔

ص ۱۴۱ سطر ۲: وہی ڈاکٹر رفیق زکریا مراد ہیں۔

ص ۱۴۱/۲: سریندر کمار تو اس عمر کے معلوم نہیں ہوتے کہ نیازی صاحب کے ساتھی ہوں، ممکن ہے ایسا ہی ہو ان سے پھر پوچھ لیجیے۔ میں رفیق ذکریا صاحب کے ساتھ اس دعوت میں شریک تھا مجھے تو سریندر کمار کم عمر معلوم نہیں ہوتے۔

ص۱۴۱/۳: آپ کا نوٹ بہت گمراہ کن ہے۔ ڈاکٹر ہادی حسن کے بھائی ڈاکٹر مہدی حسن دوسرے ہیں۔ وہ تو بہت معمر بزرگ ہیں اور اعلیٰ قسم کے مصنف اور اسکالر تھے۔ یہ ڈاکٹر مہدی حسن میڈیکل کالج میں اس وقت ریڈر تھے اور رشید صاحب مرحوم کے پڑوس میں رہتے تھے اس لیے جب بھی انھیں ضرورت ہوتی تھی انھیں بلوا لیتے تھے۔ یہ اب پروفیسر ہیں اور صدر شعبہ بلکہ آج کل میڈیکل کالج کے پرنسپل ہیں۔ انسانی دماغ پر انھوں نے بہت اچھی تحقیقات کی ہیں اور اس کے ماہرین میں ہیں۔ مضامین لکھتے رہتے تھے۔ غالباً انھوں نے کوئی اپنا مضمون اشاعت کے لیے سلمیٰ صدیقی ۱۹ کے ذریعہ خوشونت سنگھ کو السٹریڈ ویکلی آف انڈیا میں چھپنے کے لیے بھیجا ہوگا۔ دوسرے ڈاکٹر مہدی حسن جس قسم کے مضامین لکھتے تھے ان سے رشید صاحب کو کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ ان کا ایک مضمون کچھ دن پہلے کراچی کے ایک انگریزی رسالے میں قرآن میں چینی الفاظ (؟) چھپا ہے۔

ص۱۴۴/۳: کیمسٹ کا لفظ نکال دیجیے بلکہ اب کسی نوٹ کی بھی ضرورت نہیں۔

ص۱۴۵: پروفیسر ذاکر سید مہدی حسن کو "ڈاکٹر" بنا دیجیے۔ اسی صفحے پر دو تین جگہ "ذاکر" چھپ گیا ہے۔ معاف کیجیے گا یہ خط بہت جلدی میں لکھ رہا ہوں۔ ہر آہٹ پر خیال ہوتا ہے کہ میٹنگ کے لیے وائس چانسلر کے یہاں سے کوئی صاحب مجھے لینے آ گئے۔ خدا کرے آپ کسی طرح پڑھ لیں یہ جانتا ہوں کہ آپ پر کیا گزری ہوگی۔ اب آپ کی کتاب جہاں تہاں سے پڑھتا ہوں

ص۲۳۸: مصطفیٰ خان شیفتہ مراد ہیں۔

ص۲۵۷: ۔سے ناشر نے کاغذ بدل دیا ہے جو روشنائی اچھی طرح جذب نہیں کر سکی، لیجیے طلبی آ گئی کار کا ہورن بج رہا ہے۔ اب خط ختم کرتا ہوں۔ یہ خط کشمیر میں ختم کر لیا تھا پھر ملنے والوں کے ہجوم اور دعوتوں کی مصروفیات میں اس شام یہ خط پوسٹ نہو سکا۔ دوسری صبح دہلی کے لیے روانگی تھی، آج یکشنبہ ہے اب یہ خط کل پوسٹ ہوگا۔

آخر صفحے پر جو تصویر رشید صاحب کی آپ نے شائع کی ہے، آپ کو معلوم نہوگا یہ میں نے اپنے کیمرے سے اتاری ہے۔ مالک رام صاحب علی گڑھ آئے ہوئے تھے۔ تحریر کے رشید نمبر کی تیاری ہو رہی تھی۔ انھیں ان کی ایک نئی تصویر کی ضرورت تھی۔ حصول کی کوشش کامیاب نہ ہو سکیں۔ ایک صاحب ملنے گئے ان کا کیمرہ دیکھ کر رشید صاحب نے فرمایا اس مشین گن کو الگ رکھیے اور مجھ سے باتیں کیجیے۔ میں نے ہمت کی، مالک رام صاحب کو لے کر ان کے پاس حاضر ہوا۔ بڑا کیمرہ یا تو انھوں نے دیکھا نہیں یا دیکھا تو خاموش رہے کچھ دیر کے بعد میں نے کہا مالک رام صاحب کی بڑی خواہش ہے کہ وہ ایک دو تصویریں آپ کے ساتھ بطور یادگار اتروائیں۔ یہ فقرہ کام کر گیا، کچھ میرا اور زیادہ تر مالک رام صاحب کا بھی انھیں خیال رہا ہوگا چنانچہ جامہ وار کی یہ شیروانی جو آپ دیکھ رہے ہیں تصویر میں وہ انھوں نے میری فرمائش پر پہنی۔ اگر میں صرف ان کی تصویر اتارنے کی بات کرتا تو شائد اجازت نہ دیتے۔ میں نے اپنے کیمرے کی پوری ریل ۳۶ کمپوزر کی ختم کر دی، انھیں اندازہ نہیں ہوا کہ کچھ تصویریں میں نے ان کی تنہا اتار لی تھیں۔ موسم خراب تھا باہر صحن میں پوری روشنی نہیں تھی اس لیے بہت سی تصویریں خراب ہو گئیں۔ آپ کی شائع کردہ تصویر تحریر کے رشید نمبر میں چھپی اور غالباً یہیں سے سید معین الرحمن صاحب ۲۰ (لاہور) نے لے کر اپنی کسی کتاب میں شائع کی۔

خطوط رشید احمد صدیقی کا کوئی نسخہ اگر آپ کو ہاتھ آ جائے اور مجھے بھیجیں تو تصحیحات اپنے قلم سے کر دیجیے۔ جیسا کہ

آپ نے موجودہ نسخے میں کیا ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی ۲۱ اور ڈاکٹر وزیر آغا ۲۲ سے متعلق محذوف سطریں بھی درج کر دیجیے گا۔ صفحہ اس وقت مجھے یاد نہیں اس لیے کہ کتاب میں نے کل مالک رام صاحب کو واپس کر دی۔

خط کی طوالت کی معذرت چاہتا ہوں اپنے موجودہ علمی و ادبی مشاغل سے مطلع فرمائیے اور اپنی تصانیف کی فہرست اور مقام اشاعت سے مطلع کیجیے۔ ممنون ہوں گا۔

قاضی عبدالودود صاحب ۲۳ بیرسٹر (پٹنہ) کا کوئی خط آپ کے پاس یا آپ کے کسی واقف کار کے پاس ہو تو اصل یا عکس بھیج کر ممنون فرمائیے۔ مشفق خواجہ صاحب ۲۴ کا خط براہ کرم ڈاک سے انھیں بھیج دیجیے۔ امید ہے مزاج گرامی بخیر و عافیت ہوگا۔

والسلام، مختار الدین احمد ۳ر۷ر۸۸

(۲)

علی گڑھ، ۷ر۱۰ر۸۸

مکرمی لطیف الزماں خاں صاحب السلام علیکم! مکرمت نامہ مورخہ ۱۹ر اگست کا جواب لکھ کر میں نے ۹ر ستمبر کو پروفیسر محمد اسلم کو لاہور بھیج دیا کہ وہ آپ کو ارسال کر دیں۔ جواب آپ فوراً دیتے ہیں۔ اب کی تاخیر ہوئی تو میں نے سمجھا یا تو آپ بہت مشغول ہیں یا ملتان سے باہر لیکن چند دن ہوئے فصیح احمد صدیقی صاحب سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا میرا خط آپ کو نہیں پہنچا ہے۔ خیال ہوا آپ کو میرا خط چند دنوں کے بعد مل گیا ہوگا لیکن آج ۶ر۱۰ تک جواب نہیں آیا تو تردد ہوا۔ میں نے خط بہت تفصیل سے اور مختلف امور کے بارے میں تحریر کیا تھا اس لیے اگر ضائع ہوا تو افسوس ہے۔

خطوط رشید کے جمع و ترتیب کا کام چل رہا ہے لیکن رفتار سست ہے۔ خطوط حاصل کرنے میں بہت زحمت ہو رہی ہے اور خط کتابت میں بڑا وقت صرف ہو رہا ہے پھر بھی ایک چھوٹا سا مجموعہ ان شاء اللہ تیار ہو جائے گا۔ ذکیہ جیلانی ۲۵، مہر الٰہی ۲۶، نثار احمد فاروقی ۲۷ اور متعدد حضرات سے سلسلۂ گفتگو رخط کتابت جاری ہے۔ مشکل یہ ہے کہ بعض حضرات ایسے ہوتے ہیں کہ نہ خود کرتے ہیں اور نہ دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔ فاروقی صاحب سے تو خیر دیرینہ تعلقات ہیں۔ میں نے انھیں جس قدر خطوط لکھے اور ایک بار جامعہ گیا تو ان سے ملنے اور خطوط حاصل کرنے بھی گیا لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔ میں نے انھیں لکھا ہے کہ آپ کثرت اسفار اور کثرت اشغال کی وجہ سے رشید صاحب کے خطوط شائد شائع نہ کر سکیں اس لیے ان کی نقول مجھے بھیج دیجیے۔ توقع تو ہے کہ ان کے نام کے خطوط میرے مجموعے میں شامل ہوں گے لیکن جب [تک] خطوط کے عکس نہ آ جائیں اس وقت تو کچھ نہیں کر سکتا۔

(۳)

یکشنبہ ۱۶ر۱۰

کوئی ایک ہفتہ کے لیے میں UGC کی ایک میٹنگ میں شرکت کے لیے دہلی گیا ہوا تھا۔ ڈاک میں ڈاکٹر محمد اسلم کا خط ملا جو ۸ر۱۰ کا لکھا ہوا ہے۔ اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ ''آپ کا مرسلہ عنایت نامہ جاں نواز ہوا۔ لطیف الزماں خاں، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں اور ڈاکٹر معین الدین عقیل کے خط سپرد ڈاک کر دیے تھے۔ ان تینوں حضرات نے رسیدیں بھیج دی ہیں۔ الحمدللہ یہ خطوط منزل مقصود تک پہنچ گئے۔ اب یقین ہو گیا ہے کہ میرا خط مورخہ ۹ر ستمبر آپ کو مل گیا ہے لیکن اگر آپ نے جواب لکھا ہے تو اب

تک مجھے مل جانا چاہیے تھا، ممکن ہے کل سوموار کو آپ کا خط آ جائے۔ اسی دن صبح کی ڈاک سے میں یہ خط جو لکھ رہا ہوں روانہ کر دوں گا۔

میں نے پروفیسر نور الحسن خاں تک آپ کی فرمائش پہنچا دی ہے کہ آپ کو مرسلہ کتابوں کی رسید بھیج دیں۔ دیکھیے کہ ان کے کارکنان کب تک بھیجتے ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ ایک خط آپ براہ راست انھیں مولانا آزاد لائبریری کے پتے پر لکھیں اور فہرست کتب منگوائیں۔ کتب خانہء خدا بخش میں آپ کی بھجوائی ہوئی کتابیں مل گئی ہیں۔ اس لیے کہ پروفیسر مسعود حسین خاں۔ اس ہفتہ وہاں تشریف لے گئے تھے اور انھوں نے کتابیں خود دیکھیں۔ ڈاکٹر عابد رضا بیدار کا کام بہت باضابطہ ہوتا ہے اس لیے یقین ہے انھوں نے آپ کو رسید بھیج دی ہوگی۔ ۶۴۵/۴ سرسید نگر علی گڑھ۔ ۲۰۲۰۰۱ کو خط ضرور لکھ دیجیے۔ ڈائرکٹر کو لکھنا مفید نہ ہو گا۔ ہاں رات اسلوب احمد انصاری صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔ ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی نے انھیں اطلاع دی ہے کہ کتابیں اب انھیں مل گئی ہیں اور وہ کسی معتمد کے ہاتھ علی گڑھ بھجوا دیں گے۔ اسلوب صاحب نے انھیں لکھا ہے کہ کوئی مناسب آدمی نہ ملے تو ڈاک سے بھیج دیجیے۔

ڈاکٹر (اب پروفیسر) سلیمان اطہر جاوید کے شائع کردہ خطوط کی پہلی جلد میرے پاس نہیں ہے۔ ان کے پاس بھی کوئی فاضل نسخہ نہیں۔ علی گڑھ دہلی کے کتب فروشوں کے یہاں بھی نہیں ملی۔ آپ کے پاس اس کا دوسرا نسخہ تو کیا ہوگا لیکن اگر کسی دوکان میں مل جائے یا آپ کراچی/لاہور سے ایک نسخہ فراہم کر سکیں تو ممنون ہوں گا حالانکہ جب یہاں کوئی نسخہ [نہیں] ملتا ہے تو وہاں کیا ملے گا۔ امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ پتے میں آپ نے ۲۸۶/۹ لکھا ہے جو صحیح نہیں ۲۸۶/۴ ہے آئندہ اس کا خیال رہے۔

(۴)

۸۸/۱۰/۷

ابھی خط ڈاک گھر بھیجا نہیں گیا تھا کہ آپ کا مکرمت نامہ ملا، آپ کا قاصد تو بڑا سست رفتار نکلا کہ ۲۶ر ستمبر کا خط مجھے کل ۲۶ر ستمبر (اکتوبر؟) کو پورے ایک ماہ کے بعد ملا۔ بہر حال غنیمت ہے مل گیا، یہی کیا کم ہے۔ اسلوب صاحب سے پرسوں ٹیلی فون پر ملاقات ہوئی تھی۔ انھیں آپ کی مرسلہ دونوں کتابوں کا انتظار ہے لیکن اب پروفیسر ظہیر احمد صدیقی کا خط آ گیا ہے ان کے پاس، وہ ۲۹ر کو علی گڑھ آ رہے ہیں، کتابیں ساتھ لائیں گے۔ اخبار کا ایک تراشہ آپ کو بھیجا تھا ملا ہوگا۔ اگر معطی کی حیثیت سے آپ اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے جب تو آپ ظاہر ہے ڈاکٹر نذیر احمد صاحب اور شفیع قریشی صاحب کو خطوط نہیں لکھیں گے۔ ویسے تو میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا کہ اصحاب متعلقہ کو معطی کا نام معلوم ہو جائے۔ ہاں اس کے اعلان کی ضرورت نہیں۔ یہاں لائبریری میں اور وہاں کتب خانہء خدا بخش میں بیدار صاحب کو تو معلوم ہی ہوگا۔ بہر حال آپ ہی اس مسئلے کی نزاکت کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

مہر نیم روز کے بارے میں دو قسطوں میں تفصیلی مضمون نوائے ادب ج ۲ (۱۹۵۱ء) اور نمبر جلد ۳ (۱۹۵۲ء) میں جو شائع ہوا ہے وہ سید جمیل الدین مرحوم ہی کا لکھا ہوا بعنوان ''مہر نیم روز کا ایک خاص نسخہ'' یہ نسخہ انھی کا تھا جواب رضا صاحب ۲۸ کے ذخیرے میں محفوظ ہے جسے آپ دیکھ بھی چکے ہیں۔ آپ کو مضمون کا عکس آسانی سے رضا صاحب سے مل سکتا ہے جن کے پاس یقیناً نوائے ادب کی مکمل فائلیں ہوں گی اور عکس بھیجنا ان کے لیے سہل ہے۔ ویسے آپ پروفیسر نظام الدین۔۔۔ اڈیٹر نوائے

ادب، انجمن اسلام ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بمبئی۔ اکو لکھ سکتے ہیں عکس کے لیے۔ قیمت عکس کی میں یہاں سے بھیج سکتا ہوں۔ میں نے نوائے ادب کے مندرجہ بالا شمارے مالک رام صاحب کے ذخیرہ کتب میں دیکھے تھے۔

پروفیسر نذیر احمد۲۹ آج کل بہت مصروف ہیں اور فارسی کے قدیم عہد پر کام کر رہے ہیں۔ حافظ اور خسرو کے دواوین کی ترتیب میں لگے ہیں۔ وہ مہر نیم روز کے ترجمے کی طرف توجہ کریں اس کا امکان بہت کم ہے۔ آپ انھیں ۶۴۵/۴ سرسید نگر علی گڑھ کے پتے پر خط لکھ سکتے ہیں۔ ممکن ہے وہ متوجہ ہو جائیں۔ مہر نیم روز کا ترجمہ آپ خود کیوں نہیں کرتے؟

۲۱/ ماہِ رواں کو پروفیسر نور الحسن نقوی۳۰ کے یہاں ایک تقریب میں منظور ہاشمی صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔ یہ مولانا آزاد لائبریری میں اسسٹنٹ لائبریرین ہیں Gift/Exchange سیکشن کے آفیسر ہیں۔ انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ کتابوں کی فہرست وہ آپ کو بھیج دیں گے۔ ان کا یہ کہنا بجا ہے کہ کتابیں جن صاحب نے بھیجی تھیں اور جن کا خط اس سلسلے میں آیا تھا انھیں رسید بھیج دی گئی تھی۔ آپ نے چونکہ منع کر رکھا ہے۔ اس لیے بھیجنے والے نے آپ کا نام تو لکھا نہو گا بحیثیت معطی کے اس لیے آپ کے پاس کتابوں کی رسید کس طرح جا سکتی تھی۔ ہاں لاہور والوں کا فرض تھا کہ آپ کو مطلع کر دیتے۔ میرا خیال ہے اب مولانا آزاد لائبریری والوں کی پوزیشن آپ کے ذہن میں بھی صاف ہو گئی ہوگی۔ یہی عذر غالب انسٹی ٹیوٹ دھلی اور کتب خانہ خدا بخش کے لوگ بھی کر سکتے ہیں۔

ظہیر صدیقی صاحب۳۱ نے غالب پر آپ کی مطلوبہ کتابوں کی ایک فہرست بھیجی ہے۔ ان میں متعدد کتابیں ایسی ہیں کہ جن کا نام بھی میں نے نہیں سنا نہ ان مصنفین سے میں واقف ہوں۔ آفریں ہے آپ پر کہ ملتان میں بیٹھے ہوئے ایسی کتابوں سے واقف ہیں اور ان میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ آپ چونکہ غالب پر چھپی ہوئی ساری کتابیں جمع کرنا چاہتے ہیں اس لیے غالبًا ان کی تلاش ہے۔ بقیہ اہم کتابوں میں کوئی ایسی نہیں جس کے دو نسخے میرے پاس ہوں یا علی گڑھ میں مل سکتی ہوں۔ ہاں دھلی/ بمبئی میں ممکن ہے ظہیر صاحب کو تو آپ نے لکھ ہی دیا ہے۔ کالی داس گپتا صاحب کو بھی لکھ دیجیے۔ میں دہلی گیا تو ظل عباس عباسی۳۲ (دفتر ملاپ، دھلی) سے کہوں گا وہ پرانی مطبوعات کا پتا چلا سکتے ہیں۔ گیان چند صاحب کی کتاب دہلی کے بازاروں میں مل جائے گی ایک نسخہ بھجوا دوں گا۔

آپ نے اپنے مرتب کردہ خطوط میں نظیر صدیقی صاحب کے نام کے خطوط کیوں شائع کیے یہ تو مکاتیب رشید ج ۱ میں چھپ چکے ہیں۔ جس خط کے بارے میں آجکل آپ سے استفسارات کیے جا رہے ہیں۔ (خط مورخہ ۲۱/ مارچ ۱۹۶۳) وہ بھی ص ۳۱۴ پر موجود ہے۔ یہ ضرور ہے کہ آپ نے نوٹ لکھ کر اب صراحت کر دی ہے کہ مراد کون ہے۔ ڈاکٹر فصیح احمد صدیقی مجھ سے کہتے تھے کہ یہ مناسب نہ تھا۔

میرا مجموعہ رشید صاحب کے خطوں کا تیار ہو رہا ہے لیکن آہستہ آہستہ، یہ چھوٹا سا مجموعہ ہوگا اور جو خط پہلے کسی مجموعے میں آچکا ہے وہ اس میں نہو گا۔ آپ اسے ماہ دو ماہ میں چھپوا سکتے ہیں۔ اس کا بھی امکان ہے کہ اس کا ہندوستانی اڈیشن یہاں چھپے اور پاکستانی اڈیشن آپ شائع کریں فی الحال تو رشید صاحب کی تحریریں ڈاکٹر فصیح احمد صدیقی نے آپ کو بھجوائی ہیں، انھیں شائع کیجیے۔ یہ بھی بہت اہم ہیں۔ امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ والسلام، مختار الدین احمد ۲۸/۱۰/۸۸

۲۹ر۱۰ر۸۸

مکرمی لطیف الزماں صاحب السلام علیکم!

کچھ دیر پہلے آپ کے نام خط مکمل کر کے رکھا ہے ابھی ایک ضرورت سے خطوط رشید احمد صدیقی دیکھ رہا تھا۔

ص ۱۷۹ حاشیہ ۳: میں نے پہلے خط میں آپ کو شائد نہیں لکھا کہ عبدالمجید قریشی صدر شعبہ تاریخ کبھی نہیں رہے۔ وہ صدر شعبہ ریاضی تھے۔ صدر شعبہ تاریخ پنجاب کے ایک اسکالر شیخ عبدالرشید تھے جو پروفیسر محمد حبیب کے بعد صدر شعبہ مقرر رہوئے۔ شیخ صاحب آج کل کراچی میں مقیم ہیں۔

ص ۲۱۰ حاشیہ ۱: احسان رشید صاحب کا تقرر شعبہ معاشیات میں جرمنی جانے سے پہلے ہو گیا تھا۔ جرمنی میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد نہیں جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔

ص ۲۵۴: ''انجمن نے وہ رسم وراہ قائم نہ رکھی'' انجمن یہاں بے معنی ہے اسے ''انھوں'' بنا دیجیے، یقین ہے اصل خط میں یہی ہوگا۔ یعنی ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صاحب ۳۳ نے وہ رسم وراہ قائم نہ رکھی۔

ص ۲۶۰: سیدہ مجیب النساء بیگم کے نام کے خط پر تاریخ تحریر درج نہیں ہے۔ یہ اواخر ۱۹۷۳ء کا لکھا ہوا ہوگا۔ سلیم تمنائی کے نام آخری خط دیکھیے جو ۱۴ر جنوری ۱۹۷۴ء کا لکھا ہوا ہے۔ ص ۲۶۵ مجیب النساء کے نام کا خط اس سے کچھ پہلے کا ہونا چاہیے۔

ص ۲۶۷: خط ۳: جو ایک لفظ پڑھا [صحیح] نہیں جا سکا ہے وہ ''انکسار'' ہو سکتا ہے۔ ۳۴

ص ۲۶۹: خط ۷ ڈاکٹر مولوی عبدالحق سے مراد افضل العلما ڈاکٹر مولوی عبدالحق مدراسی ہیں جو کچھ دنوں کے لیے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پرووائس چانسلر مقرر ہوئے تھے اور رشید صاحب سے ان کے گہرے روابط تھے۔ ان کا انتقال مدراس میں ہوا۔ رشید صاحب نے ان کی وفات کے بعد ان پر ایک مضمون رسالہ معارف اعظم گڑھ میں شائع کیا۔ نواب محمد اسمٰعیل خاں، زاہد حسین ۳۵ کے مستعفی ہونے کے بعد علی گڑھ کے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔

ص ۲۷۱: خط ۱۰: یہاں وہ مولوی عبدالحق مراد ہیں جیسا کہ رشید صاحب نے بریکٹ میں صراحت کر دی ہے۔ تاریخ وفات ۱۶ر اگست ۱۹۶۱ء ہے۔

ص ۲۷۴: عزیز میں نے لکھا تھا آپ کو کہ ان کا نام محمد ''عُزیر'' ہے۔ آپ اپنے قلم سے میرے نسخے میں متن اور حاشیہ دونوں میں پھر عزیز لکھ دیا ہے۔ اپنے نسخے کی تصحیح کر لیں۔ آخر میں ''ر''، ''ے''، ''ز'' نہیں۔

ص ۲۷۷ ح ۱: نام محمد شبیر خاں لکھیے، سابق صدر شعبہ معاشیات

ص ۲۷۷: اس وقت وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی، پروفیسر علی محمد خسرو تھے جو سعودی عربیہ کی کانفرنس میں شرکت کے لیے گئے تھے۔

ص ۳۱۴ ح ۴: یہاں مراد پروفیسر محمد مجیب جامعہ ملیہ اسلامیہ دھلی کی بیگم صاحبہ ہیں۔ یہ آپ نے تحقیق کر ہی کے لکھا ہوگا۔ ورنہ میرا خیال ہے کہ رشید صاحب کی مراد مسز مجیب سے پروفیسر مجیب صدر شعبہ تعلیمات مسلم یونیورسٹی جو بعد کو ڈین فیکلٹی آف آرٹس ہوئے کی بیگم سے ہے جو علی گڑھ کی مشہور اور ہر دل عزیز خاتون ہیں۔ رشید صاحب کے گھرانے سے

ان کے تعلقات رہے ہیں۔ کمال صاحب اسی شعبے میں مجیب صاحب کے ساتھ کام کرتے تھے۔ اس لیے کمال صاحب اور بیگم رشید کا دھلی میں ان کے یہاں کی تقریب میں جانا زیادہ قرین قیاس ہے۔

ص۱۱۳ ح ۲: ''آخری عمر میں شادی کی'' اس فقرے سے غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ان کی شادی ہوئی۔ جس عمر میں شادیاں ہوا کرتی ہیں۔ ان بی بی کی موجودگی میں انھوں نے دوسری شادی کی جس سے دو بیٹے تنویر حاذق اور منور حاذق اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ دونوں بیٹے دہلی میں ملازم ہیں۔ ان کی والدہ حاذق صاحب کی تعمیر کردہ کوٹھی الحمرا میں مقیم ہیں۔

ص۱۲۳: ''قیمتی مٹھائی گھنٹہ گھر والوں کی لاکر دی'' پاکستان کے (اور ہندستان کے بھی بہت سے) اصحاب یہ سمجھ نہیں سکیں گے۔ اولڈ دھلی اسٹیشن بلکہ فوارہ کے پاس مٹھائی اور سیو دال وغیرہ کی مشہور ترین دوکان ہے۔ ہم علی گڑھ والے اسی دوکان سے تحفے کے لیے مٹھائیاں اور نمکین چیزیں خرید کر لاتے ہیں۔

ص۱۴۶: ڈاکٹر عبدالعلیم مرحوم، رشید صاحب کے متوسلین میں نہ تھے، ہوتے تو رشید صاحب ان کے بارے میں وہ نہ لکھتے جو انھوں نے ایک خط میں ان کے بارے میں لکھا ہے۔

ص۱۴۷: ک x اس سے کیا مراد ہے میں سمجھ نہیں سکا۔

ص۱۵۶: ح ا عبدالریان، مسلم یونیورسٹی کے ٹریژر آفس میں ہوتے (؟) تھے اور رشید صاحب کی کوٹھی کے قریب ہی رہتے تھے۔ الحاج مولوی عبیدالرحمٰن خاں شروانی آنریری ٹریژرر کے دفتر میں تھے، کئی بھائی ہوئے ان کا انتقال ہو گیا۔

میں یہ سب لکھتا رہتا ہوں آپ ناخوش تو نہیں ہوتے؟ اچھا نہیں ہوتے، خیر خوش رہیے اور خط لکھتے رہیے۔

والسلام، مختار الدین احمد

(۶)

علی گڑھ، ۸۹/۱/۲۱

مکرمی جناب لطیف الزماں صاحب، السلام علیکم!

مکرمت نامہ مورخہ ۱۸ر نومبر ۳۱ر دسمبر کو موصول ہوا۔ پروفیسر نذیر احمد اور پروفیسر اسلوب احمد انصاری ۳۶؎ کو خطوط دوسرے ہی دن بھیج دیے گئے اور پروفیسر فصیح احمد صدیقی کو آپ کا خط ڈاک سے ۳ر جنوری کو بھیج دیا گیا اور چند گھنٹوں کے بعد میں جنوبی ہند کے سفر پر روانہ ہو گیا جہاں آل انڈیا اورئینٹل کانفرنس کا ۳۴ واں اجلاس منعقد ہو رہا تھا۔

مہر نیم روز کا مذکورہ نسخہ سید جمیل الدین مرحوم کی ملکیت میں تھا، انھوں نے بیشتر کتابیں (یا سارا ذخیرہ) رضا صاحب کے حوالہ کر دیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ مہر نیم روز کا وہ نسخہ بھی انھی کے پاس ہوگا۔ نوائے ادب کی ان کے پاس مکمل فائل ہوگی۔ یوں بھی اس رسالے کا دفتر بمبئی ہی میں ہے یا تو وہ مطلوبہ شمارہ آپ کو دفتر سے منگوا کر بھیج دیں گے یا مضمون کا عکس بنوا کر بھیج دیں گے، اگر آپ نے اب تک انھیں نہیں لکھا ہے تو اب لکھ کر دیکھیے۔

غالب پر مطلوبہ کتابوں کی فہرست ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی نے بھیج دی تھی۔ اس کی کوئی کتاب یہاں نہ علی گڑھ کے بازار میں ملی اور نہ انجمن ترقی اردو دہلی کی کتابوں کی دوکان میں۔ ویسے میں نے ہدایت کر دی ہے کہ جو کتاب بھی مل جائے

میرے لئے خرید لی جائے۔ ان کتابوں میں بیشتر کی کوئی اہمیت نہیں لیکن آپ غالباً اس قسم کی ساری کتابیں جمع کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے آپ کو اس لیے لکھا تھا کہ مکاتیب غالب (عرشی) اور بعض کتابوں کے دو نسخے میرے پاس تھے لیکن ان کا ذکر آپ کی مرسلہ فہرست میں نہیں۔

خطوط رشید، مرتبہ سلیمان اطہر جاوید صاحب بہت کمیاب بلکہ نایاب ہے۔ جاوید صاحب کے پاس بھی کوئی فاضل نسخہ نہیں، میں نے حیدر آباد ڈاکٹر اکبرالدین صدیقی کو خط لکھا ہے کہ اس کتاب کے دو نسخے میرے لیے حاصل کرلیں، یہ کتاب حیدر آباد میں چھپی تھی ممکن ہے کسی کتاب فروش کے پاس پڑی رہ گئی ہو، اگر کتاب مل گئی تو آپ کو بھیج دوں گا۔

اردو بورڈ کراچی کا شائع کردہ لغت کیا مکمل ہو کر شائع ہو گیا، میں سمجھ رہا تھا کہ آخری جلدیں شائع ہونی باقی ہیں۔ مکمل سیٹ کی کیا قیمت ہے ؟ میرے پاس پہلی دو جلدیں ہیں جو ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے ۷۳ء تحفتہً مجھے کراچی میں دی تھیں۔ اپنے مرتب کردہ خطوط کا نسخہ مجھے نہ بھیجے۔ میرا خط سامنے رکھ لیجیے اور حواشی درج کر لیجیے اپنے نسخے پر۔ آج کل بہت مصروف ہوں اور کاموں کے علاوہ آپ کا مفوضہ کام رشید صاحب کے خطوط کی نقل و ترتیب۔ امید ہے بخیر و عافیت ہوں گے۔

والسلام خیر طلب، مختارالدین احمد

(۷)

علی گڑھ، ۸۹/۷/۲۵

گرامی قدر، تسلیمات

میں ۱۰؍جولائی کو لاہور سے روانہ ہوا۔ معلوم ہوا چند دن پہلے آپ لاہور آئے تھے۔ آپ سے عدم ملاقات کا افسوس رہا۔ ایک خط لکھ کر جاوید طفیل صاحب ۴۸ء کو دے آیا تھا کہ ڈاک کے حوالے کردیں، ملا ہوگا۔

مرزا صاحب نے ایک ملاقات میں بتایا تھا کہ وہ میرے نام آپ کا خط لائے ہیں۔ ۷؍جولائی کو انھوں نے آپ کا کرم نامہ مورخہ ۲۴؍جون مجھے بھجوادیا۔ پڑھ کر شکر گزار رہا کہ آپ نے احوال غالب کی تمہید بہت توجہ سے پڑھی اور اپنے خیالات و تاثرات کا اظہار کرکے مجھے مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمایا۔ پہلے زمانے کے مصنفین کہا اور لکھا کرتے تھے: رحم اللہ علیٰ من ھدانی علیٰ عیوبی۔ اس پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں جو میرے عیوب (اور تحریروں کی لغزشوں پر) مجھے متنبہ کردے۔ آپ نے اپنا قیمتی وقت صرف کرکے اپنے تاثرات میری ہدایت کے لیے لکھ بھیجے ہیں، آپ کا ممنون اور شکر گزار ہوں۔

۹؍اپریل کا والا نامہ مل گیا تھا اور میں نے عمان اردن کی روانگی سے ایک دن پہلے ۱۵؍جون کو اس کا جواب لکھ دیا تھا۔ اسی لفافہ میں ڈاکٹر آفتاب احمد اسلام آباد مصنف ''غالب آشفتہ نما'' اور پروفیسر سید محمد سلیم اچھرہ، لاہور کے نام خطوط بھی رکھ دیے تھے۔ یہ خطوط اگر ۲۴؍جون کے بعد آپ کو مل گئے ہوں اور آپ نے مکتوب الیہوں تک پہنچا دیے ہوں تو سبحٰن اللہ اور اگر پورا لفافہ ہی راستے میں ضائع ہوا تو انا للہ۔

میں نے لکھا تھا کہ معاوضے کا مسئلہ اہم نہیں ہے۔ آپ جو بھی پیش کریں گے مجھے منظور ہوگا لیکن مجوزہ معاوضے کی اطلاع ضرور دے دیں کہ کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہو۔ طباعت کے بعد کتاب میں نے ۱۸؍مارچ کو رجسٹری سے تفتہ اور غالب (ضیاء الدین انصاری) تصورات غالب (عزیز حسن) اور نوائے ادب میں شائع شدہ جمیل الدین مرحوم کے مضمون کی زیروکس کاپی

بھیجی تھی۔(رجسٹری نمبر۲۸۵۲) آپ کے کسی خط میں اس کی وصولیابی کا ذکر نہیں۔

پچاس ساٹھ نسخے ضرور درکار ہوں گے۔احباب میں تقسیم کرنے کے لیے اور ان اصحاب کو دینے کے لیے جن سے رشید صاحب کے خطوط کے حصول میں مدد ملی۔

آپ ناشر نہیں ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ خطوط کی اشاعت کا کام آپ صرف رشید صاحب کی محبت وعقیدت میں کر رہے ہیں، کسی قسم کا نفع حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ مالی نقصان اٹھانے کے لیے، اسی لیے مجھے اور پروفیسر فصیح احمد صدیقی کو آپ کے اس فیصلے کی صحت پر تردد رہا کہ آپ غالب ورشید کے نام پر ہزاروں کی کتابیں یہاں کے کتب خانوں کو ہدیۂ بھیجیں۔اوران کی تصانیف کی طباعت پر رقم خرچ کریں۔یہی وجہ ہے کہ میں نے ابھی اس خیال کو بالکل مسترد نہیں کیا ہے کہ یہ مجموعہء خطوط یہیں چھپے اور یہیں کے وسائل سے۔صرف ایک بات اس فیصلے کے خلاف جاتی ہے کہ یہاں کی اکیڈمیوں میں خاصی تاخیر ہوگی۔کبھی کبھی مسودات چھ ماہ سال تک اکیڈمی کے دفتر میں یا مبصروں کے پاس پڑے رہتے ہیں۔دوسری بات یہ ہے کہ اس مشکل میں سارے خطوط کا مسودہ دفتر میں جمع کرنا ہوگا۔جہاں اس کی حفاظت بالکل یقینی نہیں۔

بہرحال یہ مسئلہ طے ہوجائے گا۔پہلا کام تو خطوط کی نقل اوران پر حواشی لکھنے کا ہے۔جس پر میرا خیال ہے کہ دو تین ماہ لگ جائیں گے۔پہلے مسودہ مکمل ہوجائے تو صفحات کی تحدید اور اخراجات کا اندازہ بھی آپ کو بھیجا جاسکے۔مشکل یہ ہے کہ درمیان میں کچھ اور ضروری کام آجاتے ہیں اور یکسوئی کے ساتھ خطوط کی نقل وتحشیے کا کام نہیں ہوسکتا۔چار سو روپے ماہانہ پر بھی ایک معاون رکھنا چاہتا تھا لیکن اب تک کوئی مناسب آدمی نہیں ملا ہے۔آپ یہ تحریر فرمائیں کہ تین چار سو صفحوں کی کتابت آپ اسے یہاں کتنے دنوں میں کرالیں گے؟اوراگر کتابت وطباعت کا انتظام علی گڑھ ردھلی میں ہوا تو اخراجات کی ادائی کی شکل کیا ہوگی۔

''اردو کے تین دروغ گو''[۳۹] کی جگہ آپ اردو کے تین ادیب، اردو کے تین محقق، اردو کے تین انشاپرداز، اردو کے تین شاعر کہہ کر ترتیب واشاعت پر اپنی توجہ کیوں نہ صرف کریں!لیکن میں جانتا ہوں آپ میرا یہ مشورہ قبول نہیں فرمائیں گے اور کتاب ضرور لکھیں گے اور شائع بھی کریں گے۔آپ نے اس سلسلے میں مجھ سے مشورہ بھی طلب نہیں کیا ہے کہ مجوزہ کتاب کا نام ''اردو کے تین دروغ گو''ہو یا آئینہ کیوں نہ دوں[۴۰]۔پہلا تو بالکل مناسب نہیں، دوسرے کی جگہ صرف آئینہ مناسب ہوگا۔

میرے مجموعے کا نام''مکتوبات رشید صدیقی''ہونا چاہیے کہ اور مجموعوں سے التباس نہ ہو۔طلوع افکار یہاں نہیں ملا۔ مرزا خلیل احمد[۴۱] سے میں نے پوچھا تھا وہ بھی اپنے ساتھ نہیں لائے۔ممنون ہوں گا۔اگر اپنے مضمون کی زیروکس کاپی مجھے دیں۔ امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

والسلام،خیر طلب،مختار الدین احمد

مختار الدین احمد، پرو وائس چانسلر، جامعہء اردو، علی گڑھ

(۸)

۹۰/۳/۱۳

مکرمی وعلیکم السلام!

پرسوں شب کو آپ کا مکرمت نامہ مورخہ ۱۷ فروری ڈاکٹر خورشید الاسلام صاحب[۴۲] نے بھجوایا، اس سے پہلے بھی

آپ کا خط ملا تھا۔ بوجوہ جواب نہ دے سکا۔ آپ کے خط سے تکلیف ہوئی۔ اس لیے کچھ لکھنا میں نے مناسب نہیں سمجھا۔ ''روداد اشاعت'' آپ کے کسی دوست نے دہلی سے نہیں بھجوائی۔ خیال تھا کہ آپ بھیجیں گے یا بیگ صاحب کی معرفت ارسال کریں گے۔ 'طلوع افکار' کا شمارہ آپ کے پاس تھا۔ آپ کے لیے یہ زیادہ آسان تھا کہ خود زیروکس بنوا کر مجھے دیتے لیکن اس کے بجائے آپ نے کسی عزیز دوست سے دہلی لکھ کر فرمایش کی جو وہ پوری نہ کر سکے۔ میں نے محبّ گرامی جالبی صاحب[۴۳] کو لکھا، ان کا خط مورخہ ۱۳؍ستمبر ۸۹ آیا کہ یہ شمارہ اس وقت میرے پاس نہیں ہے۔ لطیف الزماں خاں صاحب کو خط لکھ رہا ہوں کہ وہ آپ کو عکسِ نقل بھیج دیں براہ راست یا مجھے بھیج دیں۔

اس کا بھی کوئی حاصل نہیں نکلا تو میں نے ایک دوست کو بمبئی خط لکھ کر منگوایا۔ اس سے کئی باتیں معلوم ہوئیں جو میرے علم میں نہ تھیں۔ مثلاً میں سمجھتا تھا کہ دیوان کا عکس ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے محمد طفیل مرحوم کو بھیجا ہے۔ انھی نے دیوان کا متن متعین کیا اور اس نسخے پر مضمون لکھا۔ آپ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ دہلی سے عکس آپ نے حاصل کر کے طفیل[۴۴] مرحوم کو دیا اور پھر پورے دیوان کی نقل اشاعت کے لیے تیار کی۔ پھر یہ تو سارا کارنامہ آپ کا ہوا جس کا نقوش کے اس خاص نمبر میں کوئی ذکر نہیں۔ اس طرح وہ فاروقی[۴۵] اڈیشن کے بجائے لطیف اڈیشن یا آپ یہ نام دینا پسند نہ کرتے ہوں تو طفیل اڈیشن ؍نقوش اڈیشن ؍لاہور اڈیشن ہوا۔ یہ غلط فہمی یہاں اوروں کو بھی ہوئی، آپ کے مضمون سے یہ غلط فہمی دور ہو جانے کی توقع ہے۔

رشید صاحب کے خطوط تو میں بہت پہلے سے جمع کر رہا تھا۔ ڈاکٹر سلیمان جاوید کے مجموعۂ خطوط کی اشاعت سے بھی پہلے سے اور اب بھی اس میں مشغول ہوں لیکن عربی و اسلامیات اور اردو کے دوسرے کاموں کے ساتھ خطوط ہی کے متعدد مجموعے پیش نظر ہیں اس لیے کسی ایک کام کی طرف پوری توجہ نہیں دے سکتا۔ آپ کی توجہ دلانے پر یہ ضرور ہوا کہ اس زمانے میں کام کی رفتار تیز ہو گئی تھی جو بعد کو سست پڑ گئی ویسے آج کل بھی جب میں یہ خط آپ کو لکھ رہا ہوں کچھ ان کے خطوط کے عکس کی نقل کی تیاری میں مصروف ہوں۔ معاوضے کا معاملہ اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ کتاب یہاں سے بھی چھپ سکتی ہے آپ کے ہاں بھی۔ یہاں کسی اکیڈمی کے تعاون سے چھپوائی جائے تو سارے (یا بیشتر) اخراجات ان کے ذمے (یعنی ۷۵ یا ۸۰ فی صدی) اور ۶۰۰ نسخوں میں سے صرف ۵ نسخے اکیڈمی طلب کرتی ہے بقیہ ۵۹۵ نسخے مرتب کے ہوتے ہیں وہ جس کو چاہے دے اور جہاں چاہے تقسیم کرے۔ اگر کتاب کی زیادہ فروخت کی کسی مصنف کو توقع ہو (جیسے غالب ؍اقبال پر کتابیں) تو بعض اولوالعزم حضرات ہزار گیارہ سو چھپوا لیتے ہیں لیکن اکیڈمی صرف ۶۰۰ کے اخراجات طبع کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ بعضوں کے بارے میں سنا کہ صرف دو ڈھائی سو نسخے چھپوا کر کاغذ کا خرچ بچا لیتے ہیں اور بیس پچیس فیصدی خرچ جو انھیں کرنا چاہیے، بچا لیتے ہیں لیکن یہ مناسب طریقہ نہیں ہے۔ جو حضرات کتابت و طباعت و ترسیل کے جھگڑوں میں پڑنا پسند نہیں کرتے وہ کسی ادارے سے معاملہ کر لیتے ہیں۔ مکتبۂ جامعہ معاوضہ پندرہ فیصدی دیتی ہے وہ عام طور پر ۱۱۰۰ چھاپتا ہے۔ ۱۰۰ نسخے تقسیم ہو جاتے ہیں ۱۰۰۰ ہزار نسخے فروخت۔ اگر کتاب کی قیمت مثلاً ۱۰۰ ؍رکھی گئی تو مصنف کو ۱۵ فیصدی معاوضہ اور غالباً دس کاپیاں۔ مکتبہ جامعہ کتاب بہت اچھی چھاپتا ہے اور فروخت کرنے کا گُر انھیں معلوم ہے۔ انجمن بھی یہی معاوضہ دیتی ہے۔ ۱۵ فی صدی اور دس نسخے۔ ساہتیہ اکادمی جو کتاب لکھوا کر شائع کرتی ہے اس کا حال یہ ہے کہ ۸۰، ۱۰۰ صفحوں کی کتاب پر تین ہزار معاوضہ دیتی ہے۔ دو تین سو نقل یا ٹائپ کرانے کی اجرت اور دس نسخے لیکن ایک بڑی رعایت یہ ہے کہ مصنف کو کتاب کی خرید پر دو تہائی رعایت جتنے نسخے وہ چاہے خرید

لے۔ یعنی مثال کے طور پر ۱۰۰/- کی کتاب کے جتنے نسخے وہ چاہے ۳۳/- روپے میں خرید سکتا ہے۔ میں نے اس رعایت سے فائدہ اٹھا کر عبدالحق کے بہت سے نسخے خرید کر دوستوں کو دیے تھے۔ اب اس کتاب کے انگریزی اور کشمیری ترجمے شائع ہو گئے ہیں اور ہندی میں بھی اس کا ترجمہ ہونے والا ہے۔

یہی باتیں کچھ اختصار سے آپ سے پہلی ملاقات میں کی تھیں۔ اضافہ معلومات کے لیے اس کا کوئی مقصد نہیں تھا لیکن آپ کو کچھ غلط فہمی ہوئی۔ آپ کا کوئی تجارتی ادارہ تو ہے نہیں آپ اپنے علمی شوق کی بنا پر بعض پسندیدہ کتابیں شائع کر دیتے ہیں یا شائع کروا دیتے ہیں۔

بہر حال ابھی تو یہ منزل طباعت و اشاعت دور ہے۔ فی الحال تو خطوط رشید کی ترتیب کی تکمیل کا معاملہ ہے۔ بہت سے خطوط نقل ہو چکے ہیں، کچھ کے عکس ملنے ہیں انھیں نقل کرنا ہے پھر حواشی لکھنے ہیں۔ کچھ خطوط پر حواشی لکھ لیے ہیں۔ حواشی مختصر ہوں گے۔ پھر مختصر تمہید لکھنی ہے۔ یہاں کتاب چھپے گی تو اس کے نسخے کثیر تعداد میں ہمیں ملیں گے، آپ چھاپیں گے تو یہاں سے کتابت و طباعت بہتر ہوگی اور آپ سلیقے سے شائع کر سکیں گے جس طرح آپ نے نذر مسعود چھاپی ہے جس کی طباعت بہت نفیس ہے اور کاغذ بہت اعلیٰ، جلد بہت اچھی اور مستحکم۔ تھوڑی دیر کے لیے میں نے بیگ صاحب سے منگوا کر دیکھا تھا۔

صرف خطوط کے سلسلے میں مندرجہ ذیل مجموعے زیر ترتیب ہیں اور بعض عرصے سے۔

۱۔ مکاتیب سر سید احمد خاں
۲۔ کلیات مکاتیب اکبر الہ آبادی۔ اس میں ان کے خطوط کے چھوٹے بڑے سب مجموعے بھی آ گئے ہیں۔
۳۔ بجنوری کے مکتوبات، منظومات اور دوسری تحریرات۔
۴۔ مکتوبات گیلانی۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانی۔ سات خط صحیفہ لاہور اور ایک خط معارف دسمبر میں چھپا ہے۔
۵۔ مکتوبات ریاض حسن خاں خیال۔ یہ شبلی کے دوست اور سید صاحب کے مخدوم تھے (مکاتیب شبلی میں ان کے نام شبلی کے بہت سے خطوط چھپے ہیں۔ میں فی الحال صرف قاضی عبدالودود صاحب کے کام کے خطوط مرتب کر رہا ہوں۔
۶۔ مکاتیب غلام رسول مہر۔ کوئی سو خط جمع ہو گئے ہیں۔ آپ کے یا آپ کے احباب کے علم میں ہوں تو ضرور حاصل کر کے بھیجیے۔ جو دو مجموعوں میں چھپ گئے ہیں۔ ان سے مجھے غرض نہیں۔ رسالہ اردو کے خطوط میرے پاس ہیں اور بنام قدرت نقوی بھی (۴۶)۔ شورش کاشمیری کے نام پانچ چھ خط بھی جو چٹان میں بہت عرصہ پہلے چھپے تھے۔
۷۔ مکاتیب فاضل بریلوی بنام ملک العلما و دیگر تلامذہ و خلفا
۸۔ مکاتیب ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری، ۵۰۰ خطوں کا انتخاب
۹۔ علماء کے مکاتیب ملک العلماء کے نام
۱۰۔ نامے جو مرے نام آئے، یا کوئی اور نام (کوئی مناسب نام تجویز کیجیے) (۱) عربی و فارسی (۲) انگریزی (۳) اردو تلک عشرۃ کاملہ۔ تو صرف خطوط کے سلسلے میں یہ کام ہیں۔ علاوہ اردو مکتوبات رشید کے۔ نتیجہ یہ ہے کہ کبھی یہ کام اٹھا لیا، کبھی وہ۔ یکسوئی سے کسی ایک طرف توجہ نہیں کر سکتا۔ پھر جیسا کہ میں نے لکھا عربی و فارسی، اسلامیات اور اردو کے کام۔ کچھ مختلف جامعات کے کام، سیمینار اور کانفرنسوں کی شرکت، جامعۂ اردو کی ذمہ

داری۔۔۔(پڑھا نہیں جاسکا) باہر ملکوں کے اسفار۔اپریل میں ڈھاکا یونیورسٹی جارہا ہوں۔مئی جون میں سعودی عربیہ۔ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کے ساتھ ایک امریکی پروجیکٹ کے تحت اعجاز خسروی (پانچ ضخیم مجلدات) کا یہاں انگریزی میں ترجمہ ہورہا ہے۔اس میں حواشی وتعلیقات کا کام مستزاد۔دعا کیجیے کہ یہ کام کسی طرح جلد انجام پا جائیں۔ امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔آپ کے یہاں کے حالات سے بڑا تردد ہے۔خدا آپ سبھوں کو ہر قسم کی آزمائش وابتلا سے محفوظ رکھے۔آمین۔

خیر طلب، مختار الدین آرزو

(۹)

۹۰/۴/۱۸

محترمی، السلام علیکم۔

۶، ماہِ رواں کی شام کو پروفیسر فصیح احمد صدیقی تشریف لائے اور آپ کا گرامی نامہ دے گئے۔بہت خوب آدمی ہیں اور آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔کئی ہفتوں سے میری علالت کا سلسلہ چل رہا ہے۔کوئی خاص افاقہ نہیں۔اسی میں سارے کام بھی چل رہے ہیں۔کیا کیا جائے۔

دو تین چھوٹے موٹے کام ہیں اور دائرۃ المعارف الاسلامیہ (ایران) کے لیے دو آرٹیکل لکھنے ہیں۔تین دائرۃ المعارف (اردو) کے لیے، اس کے بعد مکاتیب قاضی عبدالودود کی پہلی جلد کا مسودہ پریس کو بھیجنا ہے۔ناشر کا تقاضا ہے پھر اس کے بعد ان شاء اللہ رشید صاحب کے خطوط کی پہلی جلد مرتب کروں گا۔

مجھے نہ خواجہ صاحب سے کچھ پوچھنا ہے نہ جاوید صاحب سے۔آپ دو سطروں میں لکھ بھیجیے کہ معاوضہ فی جلد اتنا اور نسخے اتنے دے سکوں گا اور قصہ ختم کیجیے۔آپ کتابت طباعت بہت اچھی کرائیں گے اور رشید صاحب کے شایانِ شان اس کا تو مجھے یقین ہے۔کتابت کیے ہوئے اجزا کی فلم یا نگیٹو جو آپ بھیجیں گے اس سے یہاں چھپوانے میں تو آسانی ہو گی لیکن اسی وقت جب میں اپنے طور پر چھپواؤں! سرکاری ادارے یا اکیڈمیاں اس کتاب کی طباعت کے لیے رقم دیں جو پہلے کہیں اور یا پاکستان میں چھپ چکی ہو۔مجھے اس کا بالکل یقین نہیں بلکہ یقیناً نہیں دیں گی۔ہاں کوئی ناشر ایسا مل جائے تو دوسری بات ہے۔

آپ کی مرسلہ دونوں کتابیں دونوں صاحبوں میں [سے] کسی نے نہیں پہنچائی ہیں۔یہ بات میں نے صدیقی صاحب کو ۶/اپریل کو بتادی تھی۔آج ۱۸/کو بھی صورت حال یہی ہے۔صدیقی صاحب کہتے تھے کہ جمالیات اور داستانی مزاج دونوں کتابیں بہت اچھی چھپی ہیں۔آپ لکھتے ہیں کہ جنوری کے اواخر میں بھجوائی تھیں۔اب تک ان دونوں اصحاب نے نہیں پہنچائی ہیں۔

'نامے جو مرے نام آئے' کی جگہ ایک دو عنوان اور سوچیے۔مولانا مہر مرحوم کے خطوط کو آپ خود نقل کر کے بھیج دیں تو مزید کرم ہو۔بعض ضروری نوٹس بھی تاکہ حواشی لکھنے میں مجھے مدد ملے۔دل چاہتا ہے کہ اس خط کے جواب کے ساتھ مولانا مہر مرحوم کے خطوط کی نقل اب میرے ہاتھوں میں ہے [کذا۔ہو]۔آپ کو دو چار سطریں لکھنے بیٹھا تھا پورا صفحہ بھر گیا۔امید ہے آپ بخیر ہوں گے۔والسلام

مختار الدین احمد

(۱۰)

۹۰/۵/۶

مکرمی لطیف الزماں خاں صاحب، السلام علیکم! کئی ہفتے طبیعت میری بہت مضمحل رہی۔ کئی خطوط لکھنے تھے اور متعدد ضروری کام کرنے تھے لیکن کچھ نہ ہوسکا، اب طبیعت اعتدال پر آرہی ہے۔ غلام رسول مہر صاحب کے خطوط نقل کر کے بھیج دیجیے۔ یہ کام بہت ضروری ہے اگر آپ کے احباب میں کسی کے پاس ہوں تو انھیں بھی حاصل کرنے کی کوشش کیجیے۔ آپ کی مرسلہ دونوں کتابیں دونوں حضرات میں [سے] اب تک کوئی نہیں دے گئے ہیں۔ صرف اطلاعاً لکھ رہا ہوں۔ امید ہے آپ بخیرو عافیت ہوں گے۔ والسلام،

خیر طلب، مختارالدین احمد

(۱۱)

علی گڑھ ۹۰/۵/۲۷

مکرمی لطیف الزماں خاں صاحب السلام علیکم!۔۔۔ شکیل الرحمٰن کی دو کتابیں جو آپ نے ۳۱ر جنوری کو روانہ کی تھیں وہ ۲۶ر مئی کی شب کو مہرالٰہی صاحب نے ایک طالب علم کے ہاتھ بھجوا دی ہیں۔ شکریہ قبول فرمائیے۔ مکمل کتاب تو پہلے ہی پڑھ چکا تھا۔ آپ نے بہت خوبصورت اڈیشن نکالا ہے۔ تصویریں بھی بہت اچھی چھپی ہیں۔ دلی مبارکباد قبول فرمائیے۔ ۸، مئی کو ایک خط لکھا ہے، ملا ہوگا۔ امید ہے آپ بخیر ہوں گے۔ والسلام۔ آپ کا مکتوب مورخہ ۷ مارچ مجھے ۱۶ اپریل کو ملا تھا اس کا جواب ۱۹، کو دے دیا تھا۔ ملا ہوگا۔ خیر طلب،

مختارالدین احمد

(۱۲)

علی گڑھ، ۹۰/۵/۲۷

مکرمی جناب لطیف الزماں خاں صاحب، السلام علیکم!

میں ڈیڑھ ماہ ہندوستان سے باہر رہ کر واپس آیا ہوں۔ اسی لیے اس زمانے میں آپ کو کوئی خط نہیں لکھ سکا۔ ۲۵ رجولائی کی شام کو کوئی صاحب آپ کے دو خط مورخہ ۸ر جون اور مورخہ ۵ر جولائی دے گئے۔ مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ کون صاحب تھے۔ میں موجود ہوتا تو ان کا شکریہ ادا کرتا۔ اگرچہ دو خط جو مختلف تاریخوں کے لکھے ہوئے ہیں ان کا ایک ساتھ آنا باعث حیرت ضرور ہوا۔ بہرحال خوشی کی بات یہ ہے کہ دونوں خط بحفاظت تمام پہنچ گئے۔ مہرالٰہی صاحب تو بہت خوبیوں کے آدمی ہیں۔ آپ ان کی جتنی خوبیوں سے واقف ہیں، میں شائد اس سے زیادہ جانتا ہوں۔ اس لیے کہ میں عرصے سے ان سے واقف ہوں۔ میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ کتابوں کے نسخے آپ نے دھلی یا دوسرے شہر میں کہیں بھیجے ہیں۔ انھوں نے مہینوں کے بعد میرا نسخہ، اب مہرالٰہی صاحب کو بھیج دیا ہے۔ ان کے ہاں کی علالت کی خبر مجھے نہ تھی ورنہ میں عیادت کے لیے ضرور جاتا۔

فصیح احمد صدیقی صاحب سے بہت زمانے سے ملاقات نہیں ہوئی۔ کسی دن جانے کا ارادہ ہے۔ خطوط یا تو انھوں نے بھجوائے ہیں یا مہرالٰہی صاحب نے یا پھر ڈاکٹر انصاراللہ صاحب ۲۷ نے کرم فرمایا ہے۔ غلام رسول مہر صاحب کے خطوط آپ

کے نام تلاش کر کے نقل کر کے بھیج دیجیے۔ کہیں حواشی کی ضرورت ہوتو کچھ لکھ دیں کہ میں ان سے کام لے سکوں۔ مرحوم کے خطوط تو تعداد میں بہت ہیں اور مختلف احباب کے پاس ہیں۔ میں تو چند احباب کے نام کے خطوط کا چھوٹا سا مجموعہ شائع کرنا چاہتا ہوں اور بس۔ اور مجموعے شائع ہوتے رہیں گے۔ پیش نظر کاموں کی تفصیل تو لکھ چکا ہوں لیکن اسطرح کوئی کام مکمل نہیں ہوتا۔ اب ارادہ ہے کہ ایک دو ضروری کاموں کے بعد رشید صاحب کے خطوط کی طرف توجہ کروں گا۔ ان کے خطبات وغیرہ غالباً پریس میں ہوں گے۔ امید ہے بخیر ہوں گے۔ والسلام۔

مختار الدین احمد

مکرمی، السلام علیکم! شیخ محمد عبداللہ[۴۸] اور اعلیٰ بی بی پر نوٹس بھیج رہا ہوں۔ آپ تو غالباً چند سطروں کا نوٹ لکھیں گے۔ بہر حال معلومات جو کچھ حاصل ہوئے لکھ کر بھیج رہا ہوں۔ آپ اپنے مطلب کا نوٹ بنا لیں۔ اعلیٰ بی بی کی تاریخ ولادت فی الحال نہ معلوم ہو سکی، کل میں نے مرزا خلیل بیگ صاحب سے کہا ہے کہ آپ ویمنز کالج روزانہ جاتے ہیں۔ معلوم کر کے مطلع کیجیے۔

یہاں کے لوگوں میں ۔۔۔۔۔ فرخ جلالی صاحب[۴۹] اور میر اکسی صاحب ۔۔۔ اچھی طرح واقف ہوں گے لیکن ان سے ملنے کا موقع نہ مل سکا۔ خیال کیا کہ یہ نوٹ جلد از جلد آپ کو مل جائے۔ اگر کبھی ضرورت پڑے تو ان سے ضرور رجوع کیجیے۔ معلوم نہیں پروفیسر فصیح احمد صدیقی، رشید صاحب کے خطوط کے حواشی کے سلسلے میں کچھ لکھ سکے یا نہیں۔ عزیزان علی گڑھ ' کا نسخہ جس پر آپ نے ۲۷ر دسمبر کو دستخط کیے تھے۔ مرزا خلیل بیگ صاحب نے ۱۴ فروری کو بھیج دیا تھا۔ ان کے پاس کتاب دیر میں پہنچی ہوگی۔ کیا خوبصورت کتاب آپ نے چھاپی ہے۔ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ رشید صاحب کی روح بھی یقین ہے خوش ہوئی ہوگی۔ آپ کی اور صدیقی صاحب کی تحریریں بھی بہت دلچسپی سے پڑھیں، خوب ہیں۔ نوٹس کی رسید سے مطلع کیجیے تا کہ تردد رفع ہو۔ ان کی زیراکس کاپی کسی وقت بھیج دیجیے گا۔ امید ہے آپ بخیر ہوں گے۔ والسلام

مختار الدین۔

۸ر فروری کو آپ کو مفصل خط لکھا ہے جسے اور خطوط کے ساتھ رجسٹری سے جمیل جالبی صاحب کو بھیجا ہے۔ یقین ہے مل گیا ہوگا۔ اس میں آپ کے خط مورخہ ۱۹ر دسمبر کی رسید ہے، جو مجھے ۲۹ر جنوری کو ملا۔ مہر مرحوم کے مطبوعہ خطوط وغیرہ کے موصول ہونے کا ذکر ہے اور یہ کہ میرے ابتدائی خطوط کی نقل نہیں پہنچی۔ پہلا خط تو بہت طویل ہے اور اسے آپ نے ضرور حفاظت سے رکھا ہوگا۔ اس لیے کہ رشید صاحب کے خطوط سے متعلق ہے۔

کیا آپ نے کہیں روزنامہ آزاد لاہور کے شمارے دیکھے ہیں۔ اسے مولانا عبدالباقی خاں بی۔اے صاحب، صدیق طبیب اور بدرالدین بدر برسوں شائع کرتے رہے ہیں۔ بچپن میں میں نے اس کے کچھ شمارے دیکھے تھے۔ اتنا شاندار اور خوبصورت روزنامہ لیتھو پر چھپا ہوا میں نے نہیں دیکھا۔ اس کے آگے شاید اخبار زمیندار دب کر رہ گیا تھا۔ مہر مرحوم زندہ ہوتے تو ان سے پوچھتا۔ یہ سنہ ۳۵ یا ۳۶ کی بات ہے۔ حمزہ فاروقی صاحب سے پوچھا تھا جنھیں لاہور میں بہت سے اخبارات دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ جواب نہ آیا یا تو کہیں سفر پر ہیں یا کہیں کا سفر نامہ لکھ رہے ہوں گے۔

سید انیس شاہ جیلانی[۵۰] کے پاس بھی سنا ہے مطبوعات درسائل کا بڑا ذخیرہ ہے۔ شائد ان سے کچھ پتا چل سکے۔ آپ کبھی لاہور جائیں اور موقع مل جائے اور زیادہ زحمت نہ ہو تو اس کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے۔ وہاں کے کتب

خانوں میں ممکن ہے فائلیں محفوظ ہوں۔

نقوش کا تازہ شمارہ ملا۔ کیا وقیع اور خوبصورت شمارہ جاوید صاحب نے شائع کیا ہے۔ طفیل مرحوم زندہ ہوتے تو اسے دیکھ کر کس قدر خوش ہوتے۔ مضامین بھی بہت اچھے ہیں اور کمپیوٹر کے ذریعے چھاپنے سے حسن بھی بڑھ گیا ہے۔ اور زیادہ مواد کم صفحات میں آیا ہے۔ انھیں خط لکھوں گا تو پوچھوں گا کہ نقوش ماہانہ کا کیا بنا؟ وہ شائد جنوری سے اسے ماہانہ کرنا چاہتے تھے اور حسب معمول ایک دو ضخیم نمبر بھی شائع کرتے رہنا چاہتے تھے۔ ظاہراً مطبع کے کاموں میں ان کی مصروفیات بڑھ گئی ہیں۔

ہاں ایک ضروری بات۔ میرے ایک نہایت عزیز دوست (جو اس دنیا میں اب نہیں ہیں) کے بیٹے میرے خطوط کا ایک مجموعہ چھاپنا چاہتے ہیں۔ میں نے انھیں سمجھایا کہ کلیم الدین صاحب، سید حسن عسکری صاحب، اختر اورینوی، سہیل عظیم آبادی کے خطوط تلاش کر کے شائع کرو لیکن وہ نہ مانے اب انھوں نے لکھا ہے کہ کئی سو خطوط انھوں نے بہار، بنگال اور دوسرے مقامات سے جمع کر لیے ہیں۔ اب ان کی یہ فرمائش ہے کہ کچھ خطوط اپنے احباب سے میں انھیں دلواؤں اب آپ زحمت فرما کر میرے خطوط جو آپ کے نام ہیں ان کی نقل یا عکس مجھے بھیج کر ممنون فرمائیں۔ دس پندرہ خط ہوں گے یا زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس۔ نقل کرانے میں زحمت ہو تو اچھی زیراکس کاپی بنوا دیجیے۔ میں ایک نظر ڈال کر انھیں بھیج دوں گا۔ غالباً آپ کے نام میرا پہلا خط وہ ہے جو میں نے رشید صاحب کے خطوط کے مجموعے کے سلسلے میں کشمیر سے لکھا تھا۔ اس سے پہلے اگر لکھا ہو تو مجھے یاد نہیں۔ پاکستان سے توقع ہے کہ خاصے خطوط مل جائیں گے۔ اگر لوگوں نے ضائع نہیں کر دیے تو۔

ایک خوش خبری سناؤں۔ مولانا مہر کے ۶۷ غیر مطبوعہ خطوط نقل کرا کے سید انیس شاہ جیلانی صاحب نے بھیج دیے ہیں وہ خود شائع کرنا چاہتے ہوں گے لیکن میری دلچسپی دیکھ کر انھوں نے مجھے مرحمت فرما دیے۔ نقل میں ۔۔۔ بھی تھیں اور مشتبہ الفاظ بھی۔ اب بعض دوستوں کی مہربانی سے حیدرآباد سے مولانا کے اصلی خطوط کے عکس بھی فراہم ہو گئے ہیں۔ اس طرح ڈھائی تین سو خطوط کا مجموعہ تیار ہو جائے گا۔

مکرمی، السلام علیکم! مورخہ یکم فروری، عمر خاں ابھی دے گئے۔ آپ نے یہ نہیں لکھا کہ میرے بقیہ خطوط کے عکس آپ کب بھیجیں گے۔ میں نے یہ فرمائش پہلے کی ہے جو آپ نے اب تک پوری نہیں کی۔ نہ آپ نے عکس بھیجے۔ متعدد بار لکھنے کے باوجود، نہ وہ آپ اپنے ساتھ لے آئے، نہ گفتگو میں آپ نے اس کا کوئی ذکر کیا، (اس دن صدیقی صاحب کے یہاں میں نے ہی کچھ کہا) اور نہ آپ کے اس رقعے میں اس کا کچھ ذکر ہے۔ خیر اب براہ کرم ملتان واپس پہنچ کر بھیج دیجیے۔

۲۔ میں آپ کی بات نہیں سمجھ سکا ہوں گا ورنہ میں صدیقی صاحب کے یہاں جانے کے بجائے بیگ صاحب ہی کے یہاں آپ سے ملنے اور کالی داس گپتا رضا صاحب کا پیغام پہنچانے آتا۔ یہ آپ کو کس طرح القا ہوا کہ میں ان کے مکان کے سامنے سے گزرا اور فصیح صاحب کے یہاں پہنچ گیا۔ میں تو ایک مینار والی مسجد کے راستے سے گیا تھا۔

۳۔ ڈاک کا انتظام دونوں جگہ خراب ہے۔ اس کا امکان کم ہے کہ میں کسی کو کوئی خط دوں یا کسی کو خط بھیجوں اور وہ مکتوب الیہ تک نہ پہنچا دے۔ ٹکٹ چسپاں کرنے کی ضرورت ہوئی تو دوستوں نے ٹکٹ بھی چسپاں کر دیے ہیں۔ بعضوں نے رجسٹری سے بھیج دیا۔ میں نے ایک کتاب کے چند صفحات عکس کرا کے ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحب کو خود بھیجے۔ براہ راست اور وہ اب تک نہیں پہنچے۔ پروفیسر نذیر احمد صاحب نے اپنا مضمون تحقیق کے لیے رجسٹری سے ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کو روانہ کیا اور انھیں نہیں ملا۔ میں نے

حیدرآباد سندھ ایک تار ۶رجنوری کو ۶۰: ۲۸روپے خرچ کر کے بھیجا، وہاں سے اطلاع آئی کہ آپ کے دو خط ملے لیکن تار موصول نہیں ہوا۔۔۔۔۔۔علی گڑھ

(۱۳)

۹۰/۹/۲۳

مکرمی، السلام علیکم!

خطوط مورخہ یکم ستمبر ۹۰ء بیگ صاحب نے ۱۴رکو بھجوا دیے تھے، یاد فرمائی کے لیے ممنون ہوں۔ آپ نے اپنی صحت کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ تشویش ناک تو نہیں لیکن پڑھ کر تردد ہوا۔ ویسے آپ جانتے ہیں۔ ۶۰ سال کے بعد انسانی مشین میں کہیں کہیں خرابی اکثر پیدا ہو جاتی ہے، علاج وہی ہے جو آپ کے بچے تجویز کرتے ہیں۔ پابندی سے دوا، پرہیز، نسبتہً پرسکون رہنا اور ہر قسم کے ٹینشن سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا۔ ادبی کام ضرور کرتے رہیے لیکن اپنی صحت کا خیال رکھتے ہوئے۔ سفر اگر بند نہیں تو کم کر دیجیے۔ خدا آپ کو شفا دے کہ آپ بدستور علمی و ادبی کاموں میں مصروف رہیں۔ آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ کے دو بچے ڈاکٹر ہیں۔ ان کے مشوروں پر عمل ضرور کیجیے۔ آپ بہت جلد صحت مند ہو جائیں گے۔

مجھے میاں افتخار الدین کے سال وفات کی ضرورت تھی۔ آپ نے تین سطروں میں ان کی سوانح کے سنین بھی لکھ کر بھیج دیا، [کذا۔ دیئے] بڑا کرم کیا۔ اصل میں اقبال کے ایک مکتوب الیہ میاں محمد شریف پر ایک نوٹ شائع کرنا ہے ضمناً خواجہ منظور حسین اور میاں افتخار الدین کا بھی ذکر آ گیا ہے۔ اس لیے کچھ سطر دو سطر میں ان کے حالات بھی نوٹ میں آ جائیں تو بہت اچھا ہے۔ میں کل ہی ان صاحب کو جو یہ کام کر رہے ہیں۔ آپ کا نوٹ بھیج دوں گا۔

فنون میرے پاس پابندی سے آتا ہے مہر مرحوم کے خطوط یاد نہیں آتا کہ دیکھے ہوں ممکن ہے وہ شمارہ نہ پہنچا ہو۔ بہر حال فنون ۶ ۸۰ء کے مطبوعہ خطوط کی زیروکس کاپی بھیج دیجیے۔ ان نوٹس کے ساتھ۔ میں حواشی لکھ لوں گا تو ان سے مدد لوں گا۔ فصیح صاحب سے خود جا کر ملوں گا وہ یہاں کے اہم اور لایق استاد ہی نہیں رشید صاحب کے بھانجے بھی ہیں۔ اس احترام میں میں نے اور آپ نے ان کے خاصے خطبات جمع کر لیے۔ مقدمہ بھی آپ نے بہت تفصیلی لکھا ہے جو پچاس صفحات پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر نسیم اختر اردو میں ام اے اور پی ایچ ڈی ہے [کذا۔ ہیں] اب ڈی لٹ کے لیے ان کا ارادہ ہے کہ مجھے تختۂ مشق بنائیں۔ بہت منع کیا کہ میاں کوئی ڈھنگ کا کام کرو، عزیز اتنے ہیں کہ اجازت دینی پڑی۔ وہ کئی بار یہاں آ چکے ہیں تصانیف و مضامین کی فہرست لے گئے ہیں۔ سب مضامین میرے پاس بھی نہیں وہ جمع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی کام کے لیے انھیں خطوط کی تلاش بھی ہوئی۔ سینکڑوں خط انھوں نے جمع کر لیے ہیں۔ مجھ سے بعض دوستوں کے نام بھی پوچھے۔ بعض بلا تکلف لوگوں کو خط بھی لکھ دیے۔ ان کا ارادہ خطوط کو علیحدہ شائع کرنے کا ہے۔ کتاب غالباً وہ بہار اردو اکیڈمی کے مالی تعاون سے چھپوائیں گے۔ ان کا پتا یہ ہے: بہار کمرشل انسٹی ٹیوٹ Mersual چوک سیتا مڑھی۔ ۸۴۳۳۰۱ (بہار) لیکن خطوط یا عکس آپ براہ راست مجھے بھیجیں گے کہ جو عبارتیں قابل اشاعت نہوں وہ حذف کر دی جائیں یا ان پر مناسب نوٹس لکھ کر بعض امور کی وضاحت کر دی جائے۔ یہ وہی ہیں جن کا ایک عنوان ''بینائی اور اردو'' ہماری زبان (دہلی) سے اخبار اردو اسلام آباد میں نقل ہوا ہے۔ امید ہے آپ بخیر ہوں گے۔ خیر طلب

مختار الدین احمد

علی گڑھ ۹۰/۹/۲۶ء

مکرمی لطیف الزماں صاحب السلام علیکم

رشید صاحب کے خطوط کی ترتیب کے سلسلے میں آپ کا مرتب کردہ مجموعہ دیکھ رہا تھا، بعض امور قابل ذکر نظر آئے۔ انھیں لکھتا ہوں، ممکن ہے پہلے خط میں آپ کو نہ لکھے ہوں۔

خطوط رشید صدیقی ص ۱۷۹ حاشیہ ۳ وحید قریشی صاحب کے سلسلے میں نوٹ لکھنے میں آپ سے کچھ فروگزاشت ہوگئی ہے۔ عبدالمجید قریشی مرحوم صدر شعبہء تاریخ نہیں تھے۔ پہلے انٹرمیڈیٹ کالج کے پرنسپل تھے، بعد کو یونیورسٹی کے شعبہء ریاضی میں آئے اور پروفیسر اور صدر شعبہ ہوئے۔ عبدالوحید قریشی صاحب (جن کا ذکر میں نے مسعود صاحب پر اپنے مضمون میں کیا ہے۔) میری طالب علمی کے زمانے میں شعبہء تاریخ میں لیکچرر، پھر ریڈر پھر پروفیسر ہوئے۔ ان کا صدر شعبہء تاریخ ہونا مجھے یاد نہیں غالباً صدر کبھی نہیں رہے۔

''بیت المجید'' قریشی مرحوم کی بڑی شاندار وسیع کوٹھی میرس روڈ پر تھی۔ ان کے پاکستان جانے کے بعد مہاجرین کی متروکہ جائداد قرار دے دی گئی۔ بہت بعد کو وحید قریشی صاحب نے میڈیکل کالج روڈ پر جامعہء اردو کے قریب ایک کوٹھی بنوائی اور اس کا نام بھی ''بیت المجید'' ہی رکھا، وہ متقاعد ہونے کے بعد سے اسی کوٹھی میں مقیم ہیں۔ خیر یہ باتیں تو معلومات عامہ میں اضافے کے لیے لکھ دیں۔ یہ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد مرحوم وائس چانسلر کے بہت دست خاص تھے اور ان سے بہت قریب، بہر کیف نوٹ کی عبارت کچھ اس طرح اپنے نسخے میں کر دیجیے۔ پرنسپل انٹرمیڈیت کالج علی گڑھ جو بعد کو شعبہء ریاضی کے صدر ہوئے، تقسیم ہند کے بعد پاکستان چلے آئے۔ ان کی ____ متعدد کتابیں سید الطاف علی بریلوی مرحوم نے اپنے ادارے سے شائع بھی کی ہیں۔ پاکستان میں (غالباً، کراچی میں) ان کی وفات ہوئی۔ وحید قریشی نہیں عبدالوحید قریشی نام ہے۔ ان کے بارے میں اوپر لکھ آیا یہ سطریں اس لیے لکھ دیں کہ جو نسخہ آپ نے تصحیح کر کے بھیجا اس کے حاشیے سے صحیح صورت حال واضح نہیں ہوتی۔ اس لیے خیال ہوا کہ شاید پہلے خط میں میں نے آپ کی اس طرف توجہ نہیں دلائی ہو۔

ص ۱۵۶ عبدالریان یونیورسٹی کے کسی شعبے میں نہیں ٹریژرز آفس میں چپراسی (ہیڈ چپراسی نہ لکھیے) تھا۔ الحاج عبیدالرحمٰن خان شروانی (نے) ٹریژرز کے آفس میں مدتوں دیکھا۔ دفتر سے ''حبیب منزل'' اور وہاں سے دفتر، ان کی فائلیں بھی لے جاتے تھے۔ ریان، رشید صاحب کے پڑوس میں رہتا تھا۔ کئی سال پہلے اس کا انتقال ہوا۔ ص ۱۸۲ حاذق صاحب کی اداکاری کا حال مجھے نہیں معلوم۔ آپ شعبہء فارسی میں لیکچرر تھے۔ فارسی شعر کہنے پر بڑی دسترس انھیں حاصل تھی۔ بعض قصائد میں تو قدیم فارسی شعرا کا رنگ جھلکتا ہے۔ یہ بات قابل ذکر تھی۔

ص ۲۱۰: احسان صاحب کا تقرر بہ حیثیت لیکچرر ان کے جرمنی جانے سے پہلے ہو چکا تھا۔ واپسی کے بعد نہیں۔ شائد پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ ص ۳۵۴ سطر ۲ یہ لفظ انجمن نہیں انھوں ہوگا۔ اصل خط آپ کے پاس ہو تو دیکھ لیجیے۔ ص ۲۶۷ بنام نظیر صدیقی خط ۳ جو لفظ پڑھا نہیں جا سکا وہ ''انکسار'' ہوگا۔

مکرمی السلام علیکم!

آپ کے ۲۲ خطوط کی عکسی نقل فیصل ۔۔۔ بھجوادی تھی کوئی رسید نہیں آئی پھر آپ کے چار خط اور مل گئے ۔ ان کی نقل ۷؍مارچ کو مہر الٰہی صاحب کے حوالے کر دی ۔ جو دہلی میں آپ سے جا کر ملنے والے تھے، ان کی بھی رسید نہیں آئی ۔ اب ڈاکٹر محمد حسن کے نام رشید صاحب کے خطوط کی عکسی نقل بھیج رہا ہوں ۔ انھیں آپ کے مجموعے سے پھر مقابلہ کر کے دیکھا تو دو خط مطبوعہ نکلے لیکن آپ انھیں شائع کر چکے ہیں، لیکن عکس بنوا چکا تھا انھیں بھی بھیج رہا ہوں کہ رشید صاحب کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خطوط کے عکس ہیں ۔ آپ کی کتاب کا دوسرا اڈیشن نکلے تو ان سے ایک بار پھر مقابلہ کر لینا سود مند ہوگا ۔

رشید صاحب کے خطوط کی بازیافت کو میں آپ کی کرامت سمجھتا ہوں ۔ میں تو مطمئن تھا کہ ۱۸؍اگست کو خطوط کا پیکٹ ڈاکٹر محمد حسن کو دے چکا ہوں ۔ لیکن ان کے علی گڑھ آنے کے بعد احتیاطاً پچاسوں فائلیں اور لفافے دیکھ ڈالے، کہیں نہیں ملے ۔ ۱۸؍اگست سے آج تک ان کا کوئی خط ان خطوط کی طلبی میں نہیں آیا اس سے بھی یہی خیال پختہ ہوتا گیا کہ خطوط انھیں واپس مل گئے ہیں ۔ اتفاق سے قاضی عبدالودود صاحب کے کچھ خطوط ایک دوست نے بھیج دیے ۔ انھیں رکھنے کے لیے وہ فائلیں دیکھیں جن میں ان کے خطوط ہیں تو محمد حسن صاحب کے لفافہ پر نگاہ پڑی ۔ کھول کر دیکھا تو اس میں رشید صاحب کے خطوط بنام ڈاکٹر محمد حسن، میری تیار کردہ نقل، قاضی صاحب کے خطوط بنام ڈاکٹر محمد حسن رکھے ہوئے ملے ۔ پہلے حیرت ہوئی کہ رشید صاحب کے خطوط یہاں کیسے آ گئے ۔ میں گزشتہ دنوں ہر جگہ تلاش کرتا رہا ۔ بعد کو اندازہ ہوا کہ قاضی صاحب کے خطوط نقل نہیں کیے تھے اس لیے یہ لفافہ ان کی فائل میں رکھ دیا ہوگا کہ فرصت کے وقت نقل کروں گا ۔ حافظے نے ایسا دھوکہ یاد نہیں آتا کہ کبھی دیا ہو، بہر حال قاضی صاحب کے خطوط نقل کر کے ان کے چھ اور رشید صاحب کے آٹھ خطوط رجسٹری کرا کے ۳۱؍مارچ کو روانہ کر دیے ہیں ۔ اس ہفتہ محمد حبیب خاں صاحب نے اطلاع دی ہے کہ ۱۵؍اپریل کو آپ روانہ ہونے والے ہیں ۔ اب یہ عکس کسی کو آج دوں گا کہ وہ آپ تک پہنچا دیں ۔

۱۸؍اگست کو میں نے وہ خطوط واپس کیے ہوں گے جو ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید صاحب اور آپ شائع کر چکے ہیں ۔ یہ بھی یاد رہے کہ ان خطوں کے ساتھ رشید صاحب کا لال قلعہ والے مشاعرے کے خطبے کا مسودہ بھی تھا ۔ اگر میں اپنی ڈائری میں ایک جملہ بڑھا دیتا کہ کچھ خطوط رکھ لیے ہیں نقل اور معاملے کے لیے تو بہت زحمت سے بچ جاتا، تاخیر سے سہی آپ کی طلب پر رشید صاحب کے ان خطوط کا عکس بھیج رہا ہوں ۔

آپ نے میرے خطوط کی تاریخیں مانگی ہیں ۔ حسب ذیل تاریخوں کے خطوط کے عکس میری فائل میں ہیں ۔ یہ سب ۱۱ خطوط ہیں ۔ اگر آپ کے ۲۶ خطوط میرے پاس تھے تو میرے خطوط آپ کے پاس اس سے کم کیا ہوں گے! ۸۸/۱۰/۷

۸۸/۱۰/۲۹، ۸۹/۷/۲۵، ۹۰/۳/۱۳، ۹۰/۴/۱۸، ۹۰/۵/۰۶، ۹۰/۰۵/۱۱، ۹۰/۸/۷، ۹۰/۰۹/۲۳، ۹۰/۱۲/۲۵،

۹۱/۱/۱۸ ۔

اس دن جب آپ گھر پر تشریف لائے تھے تو باتوں باتوں میں میرے قیام لاہور کا ذکر آ گیا تھا، آپ نے فرمایا تھا کہ تم سے لاہور میں جاوید طفیل صاحب کے ہاں ملاقات ہوئی تھی ۔ میں نے کہا کہ ملاقات نہیں ہو سکی کہ آپ لاہور سے ملتان جا چکے تھے لیکن برسوں پہلے کی بات تھی اس لیے میں نے اصرار نہیں کیا اور کوئی اہم بات بھی نہیں تھی ۔ ۲۵؍مارچ ۸۹ کا پیراگراف دیکھیے ۔ اس خط کے حاشیے پر ۱۸؍مارچ ۸۹ کو ایک رجسٹری شدہ پارسل بھیجنے کا ذکر ہے (رسید ۲۸۵۲) تفتہ اور غالب از

ڈاکٹر ضیاء الدین انصاری، تصورات غالب از عزیز الحسن اور نوائے ادب میں شائع شدہ جمیل الدین مرحوم کے مضمون مہر نیمروز کا ایک خاص نسخہ کی زیروکس کاپی بھیجنے کا ذکر ہے۔ آپ کے کسی خط میں ان کتابوں کی رسید نہیں ملی۔ دونوں کتابوں پر میرے دستخط اور آپ کا نام ضرور میں نے لکھا ہوگا۔ امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ والسلام ممنون ہوں۔

مکتوب مورخہ ۱۸/۱۰/۹۱ کا عکس بہت خراب بنا ہے پڑھا نہیں جاتا۔ ممنون ہوں گا اگر دوسرے خطوں کے عکس کے ساتھ اس کا بھی عکس بھیج دیں۔ پشت کے اندراجات کے عکس کی ضرورت نہیں۔

مختار الدین احمد

(۱۵)

۹۰/۱۲/۲۵

مکرمی، السلام علیکم!

مکرمت نامہ مورخہ ۲۱/نومبر صدیقی صاحب ۲۲/دسمبر کو اس معذرت کے ساتھ دے گئے کہ اگرچہ یہ خط ۶/نومبر کو آ گیا تھا لیکن اسی شام سے ایسے حالات پیدا ہوئے کہ وہ گھر سے باہر نہ نکل سکے، ڈاک گھر ہمارا بند ہے۔ خط کا جواب تو لکھ کر رکھ دیتا ہوں، کچھ دنوں بعد روانہ بھی ہو جائے گا۔ آپ کی صحت کی طرف سے تشویش رہتی ہے، اطبا اور اپنے تیمارداروں کے 'احکامات' کی پوری تعمیل کیجیے۔ اس عمر میں اس کے بغیر چارہ نہیں۔

خواجہ صاحب پر ایک تفصیلی نوٹ بھیج رہا ہوں، آپ کو تو تین چار سطروں کا نوٹ چاہیے وہ ان معلومات کو سامنے رکھ کر بنالیں۔ یہ میری زیرِ ترتیب کتاب تذکرہ مردم دیدہ کا ایک ورق ہے، آخر میں ذاتی تعلقات کا ذکر بڑھا دوں گا اور ان کے بارے میں اپنی رائے۔ میں اپنا مسودہ بھی بھیج رہا ہوں۔ براہِ کرم یہ اصل کاغذ کام لینے کے بعد یا اس کی نقل بھیج دیجیے گا۔

آپ کے اور اپنے مرتب کردہ مجموعہ خطوط رشید پر بہ حیثیت مرتب میرا نام کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ خطوط آپ نے جمع کیے، حواشی آپ لکھ رہے ہیں۔ انھیں مرتب کر کے جلد شائع کر دیجیے۔ میرے مجموعے میں تو ابھی کام باقی ہے۔ خطوط تقریباً سب نقل ہو چکے ہیں، کچھ کا مقابلہ بھی ہو گیا ہے۔ مقابلے کے بعد حواشی لکھنے کا کام ہوگا، ایک زمانے میں کچھ پر لکھے بھی تھے۔ اب مفصل حواشی لکھنے کا خیال نہیں، مختصر لیکن ضروری حواشی لکھے جائیں گے۔ ۹۱ء کے اواخر تک مرتب ہو جائے تو میں خدا کا شکر ادا کروں گا۔ ابھی رشید صاحب کے اس خط کی نقل سے فارغ ہوا جو انھوں نے خواجہ کی شادی پر بطور تہنیت لکھا تھا۔

علی گڑھ سے تعلق رکھنے والے احباب کے نام کے خطوط پر حواشی توجہ سے لکھنا چاہتا ہوں۔ اس لیے کہ جو معلومات مجھے حاصل ہیں یا ہو سکتے ہیں۔ وہ آسانی سے دوسروں کو نہیں مل سکتے۔ ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید کے پاس ذرائع تھے لیکن انھوں نے ان سے فائدہ اٹھانا ضروری نہیں سمجھا۔ انھوں نے رشید صاحب پر تحقیقی مقالہ لکھا، ان سے آ کر ملتے رہے۔ خط کتابت بھی ہوتی رہی۔ احسان رشید صاحب سے ملاقاتیں رہیں۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان ان کے نگران کار تھے۔ خطوط پر وہ بہت پر معلوماتی حواشی لکھ سکتے تھے لیکن کسی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکے۔ مجھے اور آپ کو یہ آسانیاں حاصل نہیں۔

فنون ۸۶ء ہونا تو چاہیے میرے پاس لیکن اب تک نکال نہیں سکا ہوں۔ ویسے آپ کے نام کے خطوط اگر مہر صاحب مرحوم کے پڑھتا تو یہ بات یادداشت میں ضرور رہتی۔ بعض شمارے راہ میں ضائع بھی ہو جاتے ہیں۔ بہرحال دیکھوں

گا۔ آپ ابھی ان کے عکس نہ بنوائیں۔ غالب مشاعرہ کا افتتاحی خطبہ میرے پاس نہیں۔

ڈاکٹر نسیم اختر کسی سرکاری محکمے سے جو خالص غیر علمی ہے، تعلق رکھتے ہیں۔ معلوم نہیں وہ کچھ کرسکیں گے یا نہیں۔ پٹنہ سے اس قدر دور رہ کر لیکن رجسٹریشن انھوں نے کرالیا ہے۔ براہِ کرم ان کی فرمائش پوری کر کے میرے پاس بھیج دیں۔ قاضی عبدالودود صاحب سے آپ کی کبھی خط کتابت رہی ہو تو ان کے خطوط کے عکس بھی شائد آپ کو لکھا ہے۔ خط کا جواب تو آپ کو لکھ دیا۔ اب دیکھیے کب ڈاک گھر کھلتا ہے اور یہ خط کب روانہ ہوتا ہے۔

رشید صاحب کی ایک تحریر باقیات بجنوری (مکتبہ جامعہ، دہلی ۱۹۴۰ء) میں شائع ہوئی تھی۔ بطور دیباچہ باقیات آپ کے پاس ضرور ہوگی اور یہ تحریر بھی۔ ذرا دیکھ کر بتائیے کہ رشید صاحب نے بجنوری مرحوم کے والد خان بہادر نور الاسلام کے بارے میں بھی کچھ لکھا ہے۔ اقبال کے ایک خط کے سلسلے میں ان پر نوٹ لکھنا ہے۔ امکان بہت کم ہے کہ رشید صاحب نے کچھ لکھا ہو لیکن پوچھ لینے میں کیا حرج ہے۔

اگر باقیات بجنوری کہیں سے مل جائے تو خیال رکھیے پوری کتاب کے عکس کی مجھے ضرورت پڑے گی۔ ایک کاغذ پر دو صفحوں کا عکس ہو جائے گا اور اجرت بھی کم دینی ہوگی۔ لیکن اس میں عجلت کی ضرورت نہیں یہ ممکن ہے۔۔ ہندوستان میں کوئی نسخہ کہیں مل جائے۔ ۸ آنہ قیمت تھی میرا نسخہ غالباً قاضی صاحب کے پاس رہ گیا۔ یہ ۱۹۴۳ء سے پہلے کی بات ہے۔ کتب خانہ آزاد کا نسخہ ایک ایسے صاحبِ ذوق نے مستعار لیا ہے جنھیں کتابیں جمع کرنے کا شوق ہے۔ اب ان کے یہاں سے واپسی کی توقع نہیں۔ بہر حال اس کی تلاش میں رہیے۔ میرے پاس ان کی کچھ تحریریں، مکتوبات اور منظومات ہیں۔ باقیات اب عنقا کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ تحریرات نظم ونثر چاہتا ہوں کہ ایک مجموعے میں شائع کردوں۔ امید ہے آپ بخیر ہوں گے۔ میر حسین فگار شاگرد غالب کی بیاض محمد اکرام چغتائی نے ستمبر ۸۸ء میں ادارہ کتابیات لاہور سے شائع کی تھی (صفحات ۳۹) یہ ملتان میں نہیں تو لاہور میں مل جائے گی، زحمت نہ ہو تو ایک نسخہ خرید کر بھیج دیجیے۔ ممنون ہوں گا۔ والسلام

خیر طلب، مختار الدین احمد

(۱۶)

۱۸/۱/۹۱

مکرمی لطیف الزماں خان صاحب، السلام علیکم!

بحمد اللہ یہاں حالات اب بہتر ہیں، رات کا کرفیو دوڈھائی ماہ سے ہم پر مسلط ہے وہ تو اب بھی ہے لیکن دن کا کرفیو ختم ہوگیا ہے۔ ڈاک گھر کھل گئے ہیں اور حالات اعتدال پر آرہے ہیں۔ آپ کے نام خط تو پہلے بھی لکھ ڈالا تھا، خیال تھا کہ کچھ اور دوستوں کو بھی خط لکھ دوں پھر آپ کو بھیج دوں لیکن درمیان میں کچھ مکروہات میں مبتلا ہوگیا اور کچھ ایسی مصروفیات رہیں کہ اس طرف توجہ نہ کرسکا اور آپ کا خط بھی کاغذات میں کہیں دب گیا۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے لیے دو تین مضامین لکھ کر اردن بھیجنا تھا اس میں بے حد مصروف رہا۔

جو خط آپ کو آج لکھ رہا ہوں اس میں مزید تاخیر ہوتی اگر اتفاق سے مہرِ الٰہی صاحب سے لائبریری میں ملاقات نہ ہو جاتی۔ انھوں نے بتایا کہ آپ کی بیگم صاحبہ (۵۱) کچھ دن پہلے رحلت کر گئیں۔ اس چیز سے بہت افسوس ہوا اور متردد ہوا کہ اس

طرف آپ خود علیل رہے ہیں۔ یہ صدمہ آپ کے لیے برداشت کرنا مشکل رہا ہوگا۔ خدا مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے اور انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور آپ کو اور دوسرے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

خواجہ منظور حسین پر نوٹ بجائے اس کے کہ موجودہ حالات میں آپ بیٹھ کر مختصر کریں۔ میں نے آپ کی آسانی کے لیے چند سطروں میں اسے مختصر کر دیا ہے۔ پھر بھی ایک صفحہ ہو گیا ہے۔ اس طرح سارے ضروری معلومات آ گئے ہیں جن کی آپ کو ضرورت ہے۔

باقیات بجنوری بھی مل گئی اب مجھے یادگار بجنوی مرتبہ محمد فاتح فرخ طبع کردہ سول اینڈ ملٹری پریس (کراچی ۱۹۴۶) کی ضرورت ہے۔ مختصر سی کتاب ہے کہیں آپ کے یا دوستوں کے پاس مل جائے تو عکس بنوایا جا سکتا ہے۔ آپ ملا نور محمد لاہوری سے واقف ہیں؟ اقبال کے خط میں ان کا ذکر آیا ہے۔ ایک دوست کو ان کے بارے میں معلومات کی ضرورت ہے۔ لاہور سے ایک ضخیم کتاب شائع ہوئی تھی۔ غالباً لاہور ہی سے ممکن ہے اس میں ذکر ہو۔ نقوش کے لاہور نمبر میں بھی ممکن ہے کچھ اطلاعات مل جائیں۔ آپ کے کتاب خانے میں ہو تو دیکھ کر لکھیے۔ اب دو چار رقعے جلد جلد لکھ لیتا ہوں تا کہ کل صبح آپ کو بھیج سکوں امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ والسلام، مختار الدین احمد۔

خواجہ منظور حسین مرحوم کی زندگی کے مختصر کوائف کاغذ کی پشت پر دیکھیے۔ یادگار بجنوری اگر آپ کے پاس ہو تو آپ ہی عکس بنوا کر بھیج دیں۔ اس شکل میں ڈاکٹر معین الدین عقیل اور اسلم فرخی صاحب کو بھیج دیجیے۔ فرخی صاحب کو بھیج دیجیے لیکن انھیں اطلاع دے دیجیے کہ کتاب مل گئی ہے اور یہ کہ آپ نے عکس فراہم کر دیے ہیں۔ آپ کے پاس نہ ہو اور فراہمی کی جلد توقع نہ ہو تو پھر یہ خطوط روانہ کر دیجیے۔

خواجہ منظور حسین

ولادت ۲۱ مئی ۱۹۰۴ء دہلی

تعلیم: اینگلو عربک ہائی اسکول دہلی

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ام اے انگریزی ۱۹۴۶ء

اوکسفورڈ یونیورسٹی بی اے آنرز ۱۹۴۹ء

ملازمت: لیکچرر شعبہء انگریزی گورنمنٹ کالج لاہور ۱۹۴۹ء۔۱۹۳۰ء

ریڈر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۳۱ء

پروفیسر شعبہء انگریزی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۴۷ء

شادی: میاں محمد شریف شعبہء فلسفہ مسلم یونیورسٹی کی بڑی صاحب زادی گلشن سے علی گڑھ ۱۹۳۳ء

روانگی پاکستان: تقسیم ہند کے کچھ دنوں بعد لاہور روانہ ہوئے۔

تقررات: گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی اور اردو دونوں شعبوں کے صدر مقرر ہوئے پھر اسی کالج میں پرنسپل مقرر کیے گئے۔

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے سکرٹری مقرر ہوئے۔

سکرٹری پاکستان انٹر بورڈ سٹی لاہور ۱۹۶۹۔۱۹۵۹ء

تصانیف: اقبال اور بعض دوسرے شاعر (لاہور ۱۹۷۷ء)
اردو غزل کا خارجی روپ بہروپ (لاہور ۱۹۸۱ء)
تحریک جدوجہد بطور موضوع سخن (لاہور ۱۹۷۸ء)
آسیا اور دوسری کہانیاں (لاہور ۱۹۸۴ء)
وفات: ۲۰، اگست ۱۹۸۶ء لاہور
اساتذہ: علی گڑھ میں: ڈاکٹر ڈکنز، رشید احمد صدیقی
آکسفورڈ میں: پروفیسر مینول گاگ ہل
تلامذہ: آل احمد سرور، سید حامد، کموڈور انعام الحق، شان الحق حقی، اسلوب احمد انصاری،
احباب: خواجہ غلام السیدین

(۱۷)

۹۱/۴/۵

مکرمی السلام علیکم!

مکرمت نامہ مورخہ ۱۹ دسمبر ۲۲ جنوری کو رجسٹری سے روانہ ہو کر مجھے ۳۰ کو ملا۔ یاد فرمائی کے لیے ممنون ہوں۔

مولانا مہر کے خطوط مطبوعہ فنون کے عکس اور آپ کے نوٹس ملے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے قدرت نقوی صاحب کا نام اس طرح لکھا ہے (سید شجاعت علی قدرت نقوی میرٹھی ثم ملتانی حال مقیم کراچی) کہ میں نے پہلے سمجھا دو احباب ہیں، بہر حال ان کے سلسلے میں بھی معلومات میں اضافہ ہوا۔ سیال مرحوم کے بارے میں کسی نے مجھے عرصہ ہوا اطلاع دی تھی کہ میری مرتب کردہ کتابیں احوال غالب اور نقد غالب کے بیشتر مضامین وہ احوال و نقد غالب کے نام سے شائع کرنے والے ہیں، نہ مرحوم نے کوئی نسخہ بھیجا نہ میں نے کہیں دیکھا، میرا خیال ہے کہ انھوں نے کچھ اور مضامین بھی شریک اشاعت کر کے اس کو مفید تر بنا دیا ہوگا۔ ان کی رحلت کی خبر سے افسوس ہوا۔ حمید احمد خانؒ صاحب سے میں اچھی طرح واقف ہوں اور اگر یہ کہوں کہ وہ میرے محترم دوستوں میں تھے تو غلط نہ ہوگا۔ اپنی وائس چانسلر شپ کے زمانے میں مجھے وہ پنجاب یونیورسٹی بلانا بھی چاہتے تھے لیکن میں یک گیر و محکم گیر کا قائل ہوں۔ علی گڑھ کے پرانے طالب علموں سے علی گڑھ نہیں چھوٹتا اور میں تو کبھی اپنا ملک بھی چھوڑنے پر اپنے کو آمادہ نہیں کر سکا۔ پروفیسر ابو بکر اور علیم میرے عزیزوں میں تھے اور بہت محبت فرماتے تھے۔ علی گڑھ انھی کی وجہ سے آنا ہوا۔ وہ کراچی یونیورسٹی کے شعبۂ عربی میں چاہتے تھے کہ آجاؤں۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب آکسفورڈ سے ڈاکٹریٹ کر کے میں واپس آیا تھا اور ایک دن کراچی ائیر پورٹ پر ٹھہرا تھا۔ غالباً ۲۰/اپریل ۱۹۵۶ء کی تاریخ تھی۔

آپ لکھتے ہیں، جمیل الدین صاحب کا مضمون مہر نیم روز پر نوائے ادب میں دیکھیے، بھائی اس مضمون کی دو قسطوں کا تو عکس میں نے دو کتابوں کے ساتھ آپ کو رجسٹری سے بھیجا تھا جس کی رسید اب تک نہ آئی۔ بہر حال وہ مضمون پڑھ چکا ہوں۔ اب تو آپ کے ترجمے کا انتظار ہے۔ رضا صاحب کا مضمون بھی دیکھوں گا اور یہ کہ پنجاب یونیورسٹی نے اشاعت کے وقت آپ کے نسخے سے استفادے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

خط ۷، یہ پرنسپل نذیر احمد، یہاں کے ڈاکٹر نذیر احمد سے مختلف ہیں؟ ان کے بارے میں کچھ لکھیے گا۔ اچھا وہ نذیر احمد کون تھے جنھیں اکبر الہ آبادی سے دلچسپی تھی اور کچھ تصانیف انھوں نے ان کی شائع کرانے میں پورا تعاون حکومت سے دلوایا تھا؟ غالباً کلیات اکبر شائع بھی ہوا تھا۔ مولانا مہر مرحوم کے خطوط جو انھوں نے اعزہ کو لکھے تھے ان کے متعلق بہت پہلے ہی علم ہوا تھا وہ تو چودھری عبدالسلام صاحب کو مرتب کرنا چاہیے۔ ان کے خطوط کے مسائل کو جس قدر وہ سمجھ سکتے ہیں اور جتنے مفید اور پر معلومات نوٹس وہ لکھ سکتے ہیں دوسرا نہیں لکھ سکتا۔

خط ۱۱۔ آپ نے سلطان صدیقی (علیگ) کا ذکر کیا ہے کیا یہ وہ ہیں جو ۴۴۔۴۵ میں علی گڑھ میں تھے۔ ایم اے، اردو میں انھوں نے کیا تھا، مجھ سے سینئر تھے۔ غالباً ہم دونوں ایک ہی ہوسٹل میں تھے، گورے خوبصورت سے آدمی، بہت خلیق، اردو کے کاموں سے دلچسپی رکھتے تھے۔ یاد آتا ہے کسی انجمن کے ہم دونوں رکن تھے۔ ''الحمرا'' میں مولوی عبدالحق صاحب کو انھوں نے چائے پر بلوایا تھا اور انھوں نے تقریر کی تھی ڈاکٹر ابواللیث بھی موجود تھے۔ اس وقت میں نے مولوی صاحب اور سلطان صاحب جو غالباً اس انجمن کے سکرٹری تھے۔ تصویر بھی لی تھی لیکن کمرے میں تاریکی کی وجہ [سے] تصویر صاف نہ آسکی تھی۔ یہ اگر وہی ہیں میرا اسلام ان تک پہنچایئے ممکن ہے وہ مجھ سے واقف نکلیں اور علی گڑھ اور ہوسٹل کی رفاقت انھیں یاد ہو۔ عرفان غالب شاید یہاں نہیں پہنچی۔ میں سمجھ رہا تھا وہ بھوپال، یا ہندوستان ہی میں یا کہیں بھی۔ خدا انھیں ہمیشہ صحت مند رکھے اور طویل عمر عطا فرمائے۔

ہاں صاحب، خطوط کے عکس ملے شکر گزار ہوں، تلاش اور زیروکس کاپی بنوانے میں جو زحمت آپ کو ہوئی اس کے لیے معذرت خواہ ہوں لیکن ابتدائی زمانے کے کچھ اور خطوط ہوں گے انھیں تلاش کیجیے اور پہلا خط جو بہت تفصیلی تھا اور جس سے آپ سے تعلقات کی ابتدا ہوئی جس میں خطوط رشید کے بارے میں کچھ امور لکھے تھے وہ تو ضرور بھیجیے۔ ۹۱/۱۰/۱۸ کو جو خط آپ کی بیگم صاحبہ مرحوم کی تعزیت میں میں نے لکھا تھا اس میں حاشیے پر کچھ میں نے لکھا تھا وہ آپ نے قینچی سے تراش کیوں لیا ہے، کیا لکھا تھا میں نے؟

مکرمت نامہ مورخہ ۲۶ر جنوری ملا۔ شکریہ۔ آپ نے احباب کو خطوط فوراً روانہ کر دیے۔ اس کے لیے مزید شکریہ قبول فرمایئے۔ انیس شاہ صاحب نے تو کمال کر دیا آپ نے نے ۲۶ر کو میرا خط انھیں بھیجا جو ۲۷ر کو انھیں ملا۔ اسی دن انھوں نے عکسی نقل یادگار بجنوری کی تیار کرائی۔ ۴ر فروری کو کتاب کا عکس میری میز پر موجود تھا۔ میں نے اس سلسلے میں رقعات، عقیل صاحب، فرخی صاحب اور اسلم صاحب کو بھی لکھا ہوگا۔ عقیل صاحب کا خط آیا ہے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ انھیں تو لکھ رہا ہوں۔ آپ یہ کرم فرمائیں کہ ڈاکٹر اسلم فرخی کو کارڈ لکھ دیجیے کہ کتاب مل گئی ہے انجمن سے عکس نہ بنوائیں یہی اسلم صاحب کو بھی لکھ دیجیے۔ لفافے کی ضرورت نہیں۔ کارڈ پر چند سطریں لکھ کر بھیج دیجیے تاکہ وہ اصحاب عکس بنوانے کی زحمت نہ فرمائیں۔ اسلم صاحب کا جواب ابھی نہیں آیا ہے۔ لطف اللہ صاحب تو علیل سے ہیں اطمنان سے لکھیں گے اور وہ خط کچھ جواب طلب بھی نہ تھا۔

خواجہ منظور حسن صاحب پر میں نے جو کچھ لکھا تھا پہلے وہ بھیج رہا تھا پھر میں نے خیال کیا آپ کو تو چند سطروں کا نوٹ لکھنا ہے اس لیے ضروری معلومات بھیج دیے ممکن ہے معلومات مکمل طور پر بھیجے ہوں۔ ان میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ مسودہ اپنے پاس رہنے دیا۔ بابا میاں اور اعلیٰ بی بی کے سلسلے میں آپ کو مختصر نوٹ بھیج دوں گا۔ مشاہیر علی گڑھ کی تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ آپ یہاں سے ضرور لے گئے ہوں گے۔ نہ لے گئے ہوں تو مہر الٰہی صاحب یا کسی کو لکھیے۔ وہ بھیج دیں گے۔ ہر جلد کی پندرہ یا

بیس روپے قیمت ہے اور انھیں سے مل سکتی ہے۔ میرے پاس مجلدات تھے معین الدین عقیل صاحب کو بھیج دیئے پھر خریدا، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کا لاہور سے خط آیا انھیں بھیج دی۔ ابھی یونیورسٹی [نے لکھا] انھیں بھیج دی۔ یہ کتاب آپ کے لیے علی گڑھ والوں پر نوٹس لکھنے کے لیے مفید ثابت ہوئیں [کذا۔ ہوگی] اور آپ کے پاس رہنی چاہیے۔

ڈاکٹر سلمان اطہر کے مرتب کردہ مجموعے کا غالباً دوسرا اڈیشن نہیں نکلا اور ابھی تو ان کے مجموعے کی دوسری جلد ہی کا انتظار ہے۔ آپ نے تو ایک خط بھی بھیجا ہے کہ مکتوب الیہ تک پہنچا دیا جائے۔ اس میں پہلی ڈیڑھ سطر میں جس [میں] ایک ماہ کے بعد خط پہنچانے کا ذکر کیا ہے شائد مناسب نہیں۔ آپ سے ان کے گہرے تعلقات ہیں اور پھر وہ کس کے بھانجے ہیں۔ اس کے جس سے آپ کو ایسی گہری عقیدت ہے جو میں نے نہ ان کے عزیزوں میں دیکھی نہ ان کے تلامذہ ورفقا میں۔ تعلقات دومنٹ میں ختم ہو سکتے ہیں لیکن کسی سے تعلقات استوار کرنے میں مدت لگ جاتی ہے، اب ہم اور آپ عمر کی اس منزل میں ہیں۔ جب نئے دوست بنانا مشکل اور دشوار ہوتا ہے۔ جس سے دوستی ہے وہ قائم رہ جائے یہی بڑی بات ہے اور اسی کی کوشش کرنی چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ لوگوں کا دور رہ کر بالکل اندازہ ان حالات کا نہیں ہے جن سے وہ اور دوسرے گزر رہے ہیں۔

میں آپ کو مشفق خواجہ صاحب کی ایک [بات] بتاؤں بڑے شفیق اور مخلص دوست ہیں اور بڑے پیارے آدمی ہیں میں نے ان کے لفافہ میں ایک خط ایک دوست کو لکھا اور ایک بات بالکل غلط فہمی کی بنا پر از راہ ہمدردی لکھ دی۔ خواجہ صاحب نے مجھے لکھا کہ اس سے انھیں تکلیف ہوگی اور میرا خط واپس بھیج دیا۔ میں انھیں، جالبی صاحب اور ڈاکٹر محمد اسلم کو جب دوسروں کے نام خطوط بھیجتا ہوں تو اصرار کرتا ہوں کہ ان خطوط کو پڑھ لیا کرو۔ کہ ان کے مفاہیم سے آپ کو آگاہی ہو جائے۔ آپ سے بھی یہی گزارش ہے، اس سے ایک فائدہ یہ بھی مجھے ہوتا ہے کہ کسی کتاب یا کسی اطلاع کے لیے کسی کو لکھا تو ان کا جواب تو بعد کو آیا لیکن ان دوستوں نے وہ کام پہلے کر دیا یا اطلاعات کسی مسئلے کے بارے میں پہلے بھیج دی) میں نے ان دوست کو دوسرا خط لکھا اور آپ کے ذریعہ ابھی حال ہی میں بھجوایا جو یقین ہے انھیں مل گیا ہوگا۔ ساری باتوں کا جواب لکھ دیا اور ورق بھی تمام ہوا۔ کچھ خطوط بھیج رہا ہوں ان پر ایک سرسری نظر ڈال کر بھیج دیجیے۔ امید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔ والسلام،

خیر طلب مختار الدین احمد

(۱۸)

۹۴/۴/۱۵

مکرمی لطیف الزماں خاں صاحب۔ السلام علیکم!

آج سہ پہر کو آپ کا خط ملا۔ پڑھ کر بہت خوش ہوا۔ بہت دنوں کے بعد آپ نے ایسا خط لکھا جسے پڑھ کر مسرت ہوئی۔ خدا آپ کو خوش وخورم رکھے اور صحت مند کہ آپ اپنے ادبی کام جاری رکھیں۔ اس دوران میں آپ کے خطوط تلاش کر لیے تھے۔ پچاسوں لفافے اور فائلیں دیکھنی ہوئیں۔ اگر کوئی خط آپ کا اور مل گیا تو اس کا بھی عکس بھیج دوں گا۔ اس تلاش میں آپ کے دو قدیم خط ایسے مل گئے جو مجھے یاد بھی نہ تھے کہ آپ نے کبھی لکھے ہیں۔ کوئی پچیس سال پہلے کے ہیں۔

جن خطوط کے عکس آپ نے بھیجے تھے وہ اس وقت تلاش نہ کر سکا۔ ان کے بارے میں بعد کو لکھ سکوں گا لیکن اس قدر یاد ہے کہ اس خط کا عکس نہیں ملا ہے جو میں نے کشمیر میں لکھا تھا اور علی گڑھ سے روانہ کیا تھا۔ جن عزیز کے ہاتھ آپ کے ۲۲ خطوط

کے عکس بھجوانے تھے وہ شام کو نہیں ملے، پھر انھیں تلاش کرایا تو معلوم ہوا نمایش دیکھنے چلے گئے ہیں۔
اب رات کے گیارہ بجے واپس آئیں [گے]۔ میں نے تاکید کی ہے کہ یہ لفافہ صبح ہی آپ کو پہنچا دیں۔ دعا ہے کہ آپ کا سفر خیر و خوبی کے ساتھ انجام کو پہنچے۔ والسلام

مختار الدین احمد

یہ آپ نے خوب لکھا کہ ''ہر شخص اتنا بے وقوف نہیں ہوتا کہ خط لکھے آپ اور پوسٹ کرے وہ'' مجھے تو وہاں متعدد ایسے دوست ملے جنھوں نے یہ کام بڑی مستعدی سے کیا اور خوش دلی سے۔ خود میرے پاس ایسے لفافے وہاں سے آتے رہتے ہیں۔ جنھیں مکتوب الیھم کو میں فوراً روانہ کرتا رہا ہوں اور بعضوں کو رجسٹری سے (اگر اس کی فرمایش کی گئی) ہاں ان اصحاب کو اگر میرا خط / پیکٹ ہی نہ ملے اور راہ میں ضائع ہو جائے تو وہ کیا کریں!

۴۔ آپ کے خطوط ایک جگہ کسی لفافہ میں نہیں، منتشر ہیں، تلاش کرنے میں وقت لگے گا۔ جو فی الحال بعض مصروفیات اور علالت کی وجہ سے نہیں کر سکتا اور اب تو سارے خطوط تلاش کرنے ہیں اس لیے کہ پہلی قسط آپ تک نہیں پہنچی۔ میں عکس بنوا کر یا تو اب براہ راست آپ کو بھیجوں گا یا جسے آپ کہیں گے وہاں دے دوں گا۔ لیکن اس میں تاخیر ہوگی۔ میں اپنے خطوں کے عکس کا منتظر رہوں گا۔

۵۔ نظیر صدیقی صاحب کی کتاب کا نام ڈاکٹر عندلیب شادانی: ایک مطالعہ ہے۔ ناشر مکتبہ اسلوب کراچی ۱۹۸۵ء، یہ کتاب مجھے مشفق خواجہ صاحب نے بھیجی تھی۔ خط ایسے لکھا کیجیے جسے پڑھ کر اگر خوشی نہ ہو تو تکلیف بھی نہ پہنچے، ورنہ احتیاط سے لکھیے اور کم لکھیے، ورنہ بالکل نہ لکھیے یہ طرفین کے لیے بہتر ہوگا کہ اس طرح کچھ تعلقات تو باقی رہیں گے۔

مختار الدین علی گڑھ

حواشی:

۱۔ مرحوم رشید احمد صدیقی صاحب کے حقیقی بھانجے اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں کیمیا کے استاد تھے۔ یادوں کی مہک کے مصنف۔ اب امریکہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی ہے۔

۲۔ مالک رام بویجا بن لالہ نہال چند، ادیب، محقق، تذکرہ نگار، مدیر۔ غالب پر معرکے کے کام کیے۔ تلامذہء غالب یاد رکھی جانے والی کتاب ہے۔ تصانیف و تالیفات میں، تذکرہء ماہ و سال، ذکرِ غالب، تحقیقی مضامین، اسلامیات، المراۃ فی الاسلام، عورت اور اسلامی تعلیم، اعلان الحق، تذکرہء معاصرین، ذکر غالب، فسانہء غالب، گفتار غالب، خطوط غالب، دیوان غالب، یادگارِ غالب، حصہ اردو، یادگارِ غالب حصہ فارسی، عیارِ غالب، تذکرہ ادبائے اردو، تذکرہ جوش ملسیانی، جگر بریلوی: شخصیت اور فن، حمورابی اور بابلی تہذیب و تمدن، افکار محروم، خطوط ابوالکلام آزاد، خطبات آزاد، دیوان فدا، کلام آہ، کربل کتھا، نیرنگ خیال، تذکرہ، ترجمان القرآن، غبار خاطر، نذر عابد، نذر عرشی، نذر عبدالحمید، نذر ذاکر، نذر کرنل زیدی، معروف تصانیف ہیں۔ تحقیقی رسالہ 'تحریر' بھی نکالتے رہے۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۰۶ء کو قصبہ پھالیہ ضلع گجرات (پاکستان) میں پیدا ہوئے اور ۱۶ اپریل ۱۹۹۳ء میں دہلی میں وفات پائی۔

۳۔ صدر شعبہء اردو دہلی یونیورسٹی، دہلی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد علی گڑھ چلے گئے تھے۔ وہیں انتقال ہوا۔

۴ عبدالرشید صاحب جج ہائی کورٹ کی صاحب زادی ہیں، ان کی شادی سر راس مسعود صاحب سے ہوئی تھی۔ان کی دوسری شادی نواب زادہ راحت سعید چھتاری سے ہوئی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: خطوط رشید احمد صدیقی جلد اول ص ۴۳-۴۴

۵ ابوالحسن علی ندوی، علی میاں کے نام سے بھی معروف رہے۔ عالم دین، ندوۃ العلما کے ناظم، دارالمصنفین کے روحِ رواں، مسلم پرسنل لا بورڈ اور دینی تعلیمی کونسل کے صدر، رابطہ عالمِ اسلامی اور مدینہ یونیورسٹی کے تاسیسی رکن، ہندوستان اور عالمِ اسلام کے بے شمار اداروں سے تعلق رہا۔ تصانیف میں، تاریخ دعوت وعزیمت، پرانے چراغ، نقوش اقبال، تحفہء پاکستان، سیرت سید احمد شہید، مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی، مولانا محمد الیاس، شاہ عبدالقادر رائے پوری اور مولانا محمد یعقوب بھوپالی کی سوانح عمریاں لکھیں۔ اور خودنوشت حیات کاروان زندگی، یادگار ہیں۔ آپ وسیع العلم اور کثیر التصانیف شخص تھے۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۱ء بروز جمعہ رائے بریلی میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

۶ اردو کے ممتاز نقاد، محقق، شاعر، استاد، انشائیہ نگار اور خاکہ نگار۔ صدر شعبہء اردو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد رہے۔ ڈھاکہ، کراچی اور بیجنگ میں بھی پڑھاتے رہے۔ ان کی تصانیف میں تاثرات وتعصبات، میرے خیال میں، تفہیم وتعبیر، اقبال اینڈ رادھا کرشنن، اردو ادب کے مغربی دریچے، جدید اردو غزل: ایک مطالعہ، اردو میں عالمی ادب کے تراجم، ڈاکٹر عندلیب شادانی تنقید وتحقیق میں، حسرت اظہار شعری مجموعہ، جانِ پہچان (خاکے) شہرت کی خاطر (انشائیے) سویہ ہے اپنی زندگی (خودنوشت) نامے جو مرے نام آئے (خطوط)۔ ۷ نومبر ۱۹۳۰ء کو سرائے ساہو ضلع چھپرا (بہار) میں پیدا ہوئے اور ۱۲، اپریل ۲۰۰۱ء کو اسلام آباد میں فوت ہوئے۔

۷ رشید احمد صدیقی صاحب کے دوسرے صاحب زادے۔ سر راس مسعود اوران کی دوسری بیگم لیڈی امت المسعود صاحبہ کی بیٹی نادرہ کی شادی ڈاکٹر احسان رشید صدیقی صاحب سے ۱۹۶۳ء میں ہوئی تھی۔ جرمنی میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں بحیثیت لیکچرر شعبہء معاشیات تقرر ہوا۔ کراچی یونیورسٹی میں صدر شعبہء معاشیات رہے۔ اپلائڈ اکنامکس ریسرچ سنٹر کراچی یونیورسٹی کے ڈائریکٹر اور کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے۔ اُردن میں پاکستان کے سفیر بھی رہے۔ (خطوط رشید احمد صدیقی: ۱۵، ۲۱۰)

۸ رشید احمد صدیقی صاحب کے سب سے بڑے صاحب زادے۔ مشرقی پاکستان میں کسی فرم کے جنرل مینیجر تھے۔ پھر کراچی میں میکمرن انجنیئرز لیمیٹڈ کراچی میں فرم کے مہتمم رہے۔ تاجر پیشہ، کراچی میں مستقل قیام ہے۔

۹ جواہر لعل نہرو یونیورسٹی دہلی میں اردو کے پروفیسر تھے۔ تصانیف میں دہلی میں اردو شاعری کا تہذیبی وفکری پس منظر، ادبیات شناسی، ہندی ادب کی تاریخ، اردو ادب کی ساجیاتی تاریخ، نئے ڈرامے، معاصر ادب کے پیش رو، جدید اردو ادب، انتخاب سراج اورنگ آبادی، ہندی کے یک بابی ڈرامے (مترجم) سعادت حسن منٹو، شناسا چہرے، فیض احمد فیض کا کلام (دیوناگری) عرضِ ہنر، مرتبہ کتابوں میں انارکلی، دیوان آبرو، انتخاب میر، امراؤجان ادا، فردوس بریں معروف ہیں۔

۱۰۔ خدا بخش اورئینٹل پبلک لائبریری پٹنہ کے لائبریرین۔ مستقل قیام علی گڑھ میں ہے۔ تصانیف وتالیفات میں غالب اسٹڈی سیریز، باغ معانی، مجمع النفائس معروف ہیں۔

۱۱۔ رشید احمد صدیقی پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھا۔ صدر شعبۂ اردو ایس، وی یونیورسٹی ترپتی (آندھرا پردیش) خان صاحب نے خطوط رشید احمد صدیقی کا یہ مجموعہ انھی کے نام معنون کیا تھا۔ مکاتیب رشید جلد اول کے مرتب۔ تصانیف میں رشید احمد صدیقی، عزیز احمد کی ناول نگاری، اردو شاعری اور اشاریت، مختصر تاریخ تلگو ادب اور فنون لطیفہ معروف ہیں۔

۱۲۔ خان صاحب نے لکھا تھا 'ڈاکٹر احسان رشید صدیقی، سابق سفیر پاکستان برائے اردن، پروفیسر کراچی یونیورسٹی۔

۱۳۔ انگریزی زبان کے مشہور صحافی۔ السٹریٹڈ ویکلی آف انڈیا کے سابق ایڈیٹر۔ دہلی میں قیام تھا۔ حال ہی میں انتقال ہوا ہے۔

۱۴۔ (۱۸۹۷ء۔۱۹۶۹ء) رشید صاحب کے واحد بے تکلف دوست۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر، ماہر تعلیم، پہلے بہار کے گورنر پھر ہندوستان کے صدر بنے۔ انھوں نے اردو میں کوئی مستقل تصنیف یادگار نہیں چھوڑی لیکن اسکول کے زمانے سے ہی تعلیمی، ادبی، سیاسی وثقافتی موضوعات پر مضامین لکھتے تھے۔ کالج کی طالب علمی کے زمانے میں افلاطون کے مکالمات کا ترجمہ شروع کیا تھا جو بعد ازاں 'ریاست' کے نام سے شائع ہوا۔ قیام جرمنی کے دوران بچوں کے لیے کہانیاں بھی لکھی تھیں۔ جن کا مجموعہ 'ابو خاں کی بکری' کے نام سے شائع ہوا۔

۱۵۔ محترمہ طاہرہ خاتون اور محمد صدیق صاحب کے صاحب زادے۔ رشید احمد صدیقی کے بھانجے۔ ساری عمر ماموں اور ممانی کے پاس رہے۔ رشید صاحب کے سب بچوں کی تربیت اور پرداخت میں ان کا بڑا اہم کردار رہا۔ تصانیف میں بیاض غالب تحقیقی جائزہ، غالب سو شعر، عصر جدید اور شاعری، خلوت سے انجمن تک، ایران قدیم وجدید، آہنگ وعروض، جواہرات، تاریخ ہند، بادبان (نظمیں) کوہسار گاتے ہیں (نظمیں) معروف ہیں۔

۱۶۔ رضا انٹر کالج رام پور کے پرنسپل، لکھنؤ یونیورسٹی میں ریڈر اور صدر شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی رہے۔ سرور صاحب نقادوں کے اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے جس نے ادب اور زندگی کے تعلق کو واضح کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ غالب اور اقبال کے کلام کے مختلف پہلوؤں پر مسلسل لکھا۔ تصانیف میں تنقید کیا ہے۔ تنقیدی اشارے، نئے اور پرانے چراغ، ادب اور نظریہ، ذوق جنوں، نظر اور نظریہ، مسرت سے بصیرت تک، ہندوستان کدھر، نظر اور نظریے، اقبالیات، انتخاب مضامین سرسید، خواب باقی ہیں (خود نوشت سوانح)، پہچان اور پرکھ، ہندوستانی مسلمان اور مجیب معروف کتب ہیں۔

۱۷۔ شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں استاد رہے۔ ہماری زبان اور سہ ماہی اردو ادب سے وابستہ رہے۔ ان کی کتابوں میں سرسید کی صحافت، سرسید کی تعزیتی تحریریں، سید احمد خان، سرسید، اقبال اور علی گڑھ، انتخاب مضامین علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ، اردو کا جمالیاتی ادب اور علی گڑھ، رشید احمد صدیقی احوال وآثار، عرفان سید حامد، سردار جعفری شخصیت اور فن، جدید ہندوستان کی تعمیر میں علی گڑھ کا حصہ، اردو کا جمالیاتی ادب اور علی گڑھ، ارمغان سرور، معروف کتب ہیں۔ سرسید کا سفرنامہ مسافرانِ لندن مرتب کیا تو اس کا ایک نسخہ راقم الحروف کو بھی بھیجا۔

۱۸۔ مسعود حسن رضوی ادیب ۱۵ محرم ۱۳۱۱ھ بمطابق ۲۹ جولائی ۱۸۹۳ء کو بہرائچ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سید مرتضیٰ حسین صاحب علم بزرگ اور پیشے کے اعتبار سے طبیب تھے۔ ان کا شمار ان محققوں میں ہوتا ہے جن سے تحقیق کا اعتبار قائم ہے۔ ان کی تصانیف وتالیفات وتدوینات میں ہماری شاعری، فرہنگ امثال، مجالس رنگین، فیض میر، نظام اردو، دبستان اردو، امتحانِ وفا، روحِ انیس، جواہر سخن، شاہکار انیس، فائز دہلوی اور دیوانِ فائز، متفرقاتِ غالب، اردو زبان اور اس کا رسم خط، آب حیات کا تنقیدی مطالعہ، رزم نامہء انیس، تذکرہء نادر، لکھنو کا شاہی سٹیج، لکھنو کا عوامی سٹیج، اردو ڈراما اور اسٹیج، فسانہء عبرت، آئینہء سخن فہمی، گلشن سخن، قواعد کلیہ بھاکہ، ایرانیوں کا مقدس ڈرامہ، نگارشاتِ ادیب، اندرسبھا، اسلافِ میر انیس، مراثیِ ریختہ، انیسیات معروف کتب ہیں۔ اردو اور فارسی ادبیات کے نادر مخطوطات اور نادر ونایاب کتب کے حوالے سے ان کے کتب خانے نے عالمی شہرت حاصل کی۔ ان کا انتقال ۲۵ ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۹ نومبر ۱۹۷۵ء کو ہوا۔

۱۹۔ رشید صاحب کی سب سے بڑی صاحب زادی۔ مستقل قیام بمبئی میں ہے۔

۲۰۔ اردو کے مشہور ادیب، محقق، نقاد اور ماہرِ غالبیات۔ صدر شعبہء اردو گورنمنٹ کالج فیصل آباد اور گورنمنٹ کالج لاہور شعبہء اردو کے صدر رہے۔ تصانیف میں بابائے اردو: احوال وافکار، نقد عبدالحق، اشاریہء غالب، قائد اعظم لائل پور میں، غالب اور انقلاب ستاون، جامعات میں اقبال کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ، غالب کا علمی سرمایہ، یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق، نقوش غالب، بابائے اردو: خدمات اور فرمودات، تحقیق نامہء غالب، دیوان غالب نسخہء خواجہ، یادگار عبدالحق، معروف تصانیف ہیں۔ ۵ نومبر ۱۹۴۲ء کو بھٹنڈہ ضلع پٹیالہ میں پیدا ہوئے اور ۱۵، اگست ۲۰۰۵ء کو لاہور میں انتقال ہوا۔

۲۱۔ معروف محقق، استاد، نقاد اور شاعر۔ ایم۔اے فارسی ۱۹۴۶ء میں اور ایم۔اے تاریخ ۱۹۵۲ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے کیا۔ ۱۹۶۵ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کی۔ صدر شعبہء اردو پنجاب یونیورسٹی لاہور رہے۔ اس کے علاوہ کئی تعلیمی، علمی، تدریسی اور تحقیقی اور انتظامی اداروں کے اعلیٰ مناصب پر فائز اور رکن رہے۔ جی سی یونیورسٹی لاہور میں پروفیسر آف ایمریطس رہے۔ اپنا تقریباً تمام کتابوں کا ذخیرہ بھی اسی یونیورسٹی کو دیا۔ تصانیف میں شبلی کی حیات معاشقہ، کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ، میر حسن کا زمانہ، ترتیب وتدوین مقدمہ شعر وشاعری، نذر غالب، مطالعہ حالی، تنقیدی مطالعے، باغ وبہار ایک تجزیہ، اردو نثر کے میلانات، مقالات تحقیق، جدیدیت کی تلاش میں، افسانوی ادب، اقبال اور پاکستانی قومیت، اساسیات اقبال، مطالعہ ادبیات فارسی، پاکستان کی نظریاتی بنیادیں، قائد اعظم اور تحریک پاکستان، پاکستانی قومیت کی تشکیل نو، دیوان سودا (انتخاب)، پنجاب میں اردو، اردو کا بہترین انشائی ادب، دیوان آتش (انتخاب)، مثنوی سحر البیان، دیوان جہاندار، مثنویات میر حسن، ۱۹۶۵ء کے بہترین مقالے، نامہء عشق، دربار ملی، ثواقب المناقب، عمل صالح الموسوم بہ شاہ جہاں نامہ، ارمغان ایران، ہمیشہ بہار، کے علاوہ بہت سی کتابوں کے مصنف اور مرتب رہے۔ دو سو سے زائد مقالات، مضامین، تبصرے، مقدمے تحریر کیے۔ ۱۴ فروری ۱۹۲۵ء کو میانوالی میں پیدا ہوئے اور لاہور میں وفات پائی۔

۲۲ ۱۹۲۲ء میں وزیر کوٹ (سرگودھا) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دیہاتی مدرسوں میں حاصل کی۔ ۱۹۴۳ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔ اے معاشیات کیا۔ اس کے بعد اردو ادب میں دلچسپی لی اور یہ اتنی بڑھی کہ ۱۹۵۶ء میں انھوں نے "اردو ادب میں طنز و مزاح" پر مقالہ لکھ کر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ تصانیف میں 'مسرت کی تلاش' دوسرا کنارہ'، 'شام اور سائے' تنقید، تحقیق، شاعری، انشائیہ اور صحافت میں اپنی شناخت قائم کی۔ 'اوراق' کے مدیر، اردو شاعری کا مزاج، اردو ادب میں طنز و مزاح، نظم جدید کی کروٹیں، نئے مقالات، تنقید اور احتساب، تصورات عشق و خرد، تنقید اور مجلسی تنقید، نئے تناظر، دائرے اور لکیریں، ساختیات اور سائنس، تنقید اور جدید اردو تنقید، مسرت کی تلاش، تخلیقی عمل، شام دوستاں آباد، شام کی منڈیر سے، کے علاوہ انشائیوں کی کتابوں میں خیال پارے، چوری سے یاری تک اور دوسرا کنارہ، شاعری میں نردبان، آدھی صدی کے بعد، گھاس میں تتلیاں معروف کتب ہیں۔ سرگودھا میں علمی و ادبی کاموں کی سرپرستی اور فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

۲۳ (۱۸۹۶ء۔۱۹۸۴ء) معروف محقق۔ کئی کتابوں کے مصنف۔ معیار کے نام سے رسالہ جاری کیا۔ معاصر کی تحقیقی شناخت کا سب سے بڑا سبب آپ کے مقالات ہوتے تھے۔ عیارستان، اردو شعرا کے تذکرے، دیوان فائز، اشتر و سوزن، دیوانِ جوشش، قاطع برہان و رسائل متعلقہ، قطعاتِ دلدار تذکرہ شعرا، ان کے اہم مضامین میں غالب بحیثیت محقق، مولوی عبدالحق بحیثیت محقق، آزاد بحیثیت محقق بہت زیادہ مشہور ہوئے۔ کم و بیش ۶۰۰ تحقیقی مقالات تحریر کیے۔

۲۴ معروف محقق، کالم نگار، شاعر، مرتب۔ سہ ماہی اردو، قومی زبان اور تخلیقی ادب کے مدیر رہے۔ ۱۹۵۷ء سے ۱۹۷۳ء تک انجمن ترقی اردو کراچی سے وابستہ رہے۔ خامہ بگوش کے نام سے کالم لکھتے رہے۔ ان کے کالم جسارت، تکبیر، صداقت اور زندگی میں شائع ہوتے رہے۔ ریڈیو کے لیے بھی بہت سے فیچر تحریر کیے۔ ان کی تصانیف و تالیفات اور ترتیب و تدوین میں تذکرہ مخطوطات اردو، خوش معرکہ زیبا، کلیاتِ یگانہ، خطوط یگانہ، یادایام، ابیات (شعری مجموعہ)، اقبال از احمد دین، غالب اور صفیر بلگرامی، تحقیق نامہ، معروف کتابیں ہیں۔ کالموں کے مجموعوں میں سخن در سخن، سخن ہائے گسترانہ، اور خامہ بگوش کے قلم سے شائع ہو چکے ہیں۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۳۵ء کو لاہور میں پیدا ہوئے اور ۲۱ فروری ۲۰۰۵ء کو کراچی میں وفات پائی۔

۲۵ ذکیہ جیلانی۔ افسانہ نگار ہیں۔ مستقل قیام حیدرآباد دکن میں ہے۔

۲۶ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لائبریری میں ساری عمر کام کیا۔ رشید احمد صدیقی صاحب کی تحریریں انھی نے لطیف الزماں خاں صاحب کو فراہم کی تھی۔ تقریباً اکیس کتابوں کے شریک مرتب و مصنف۔ نہایت شریف النفس انسان ہیں۔

۲۷ ۲۹ رجون ۱۹۳۴ء میں امروہہ ضلع مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ معروف محقق، نقاد، مرتب، مترجم۔ ۱۹۷۷ء میں "فن التاریخ عند المسلمین فی العصر الاول" (عربوں کی تاریخ نویسی۔ ابتداء سے ۱۳۲ھ تک) کے موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ لکھا۔ پروفیسر اور صدر شعبۂ عربی دہلی یونیورسٹی رہے۔ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف، تحقیق و تدوین اور ترتیب و تراجم وغیرہ کے کام جاری رکھے۔ ان کی دلچسپی کے موضوعات میں اردو ادب،

ہندوستانی فارسی ادب، عربی ادب، ہندوستانی مسلمانوں کی ثقافت، تصوف، سیرت، تقابلی مذہب، تاریخ نویسی، تذکرہ نویسی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اردو شاعری میں میر اور غالب سے خاص شغف رہا۔ ان کی علمی فتوحات درج ذیل ہیں:۔

ذکر میر کا اردو ترجمہ، دید و دریافت، طبقات الشعراء، تین تذکرے، کلیاتِ مصحفی (اول و دوم)، تذکرہ مقالات الشعرا، غالب کی آپ بیتی، تلاش غالب، تلاشِ میر، میراث نبوی کی اولین کتابیں اور ان کے مؤلفین، دراسات، Early Muslim Historiography، مرقومات امدادیہ، امدادالمشتاق، تاریخ طبری کے ماخذ کا تنقیدی و تحقیقی مطالعہ، تذکرہ خواجہ نظام الدین اولیا، چشتی تعلیمات اور عصرِ حاضر میں ان کی معنویت، مقاصد العارفین، عالم بشریت کے لیے سیرت طیبہ کی اہمیت، مفتاح الخزائن (مرتبہ)، نقد ملفوظات، شفاء العلیل (مرتبہ)، تلاشِ میر، قوام العقائد، انوار قرآن، تلاشِ غالب، تاریخ محمدی، ان کے علاوہ عربی، فارسی، اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں میں ۴۵۰ سے زائد مقالات ہندوستان اور پاکستان کے معیاری مجلات میں شائع ہوئے۔

۲۸۔ معروف محقق، نقاد، شاعر۔ دنیا بھر میں سب سے بڑا غالبیات کا ذخیرہ ان کا تھا۔ ہندوستانی مشرقی افریقہ میں، علی سردار جعفری اپنی بہنوں کی نظر میں، سہو و سراغ، فرہنگ عارفاں، منشورات جوش ملسیانی، مکتوبات جوش ملسیانی، مقالات چکبست، چکبست۔ کچھ باز دید کچھ پیش رفت، انتخاب آتش و غالب از چکبست، متعلقاتِ غالب، آبِ حیات میں ترجمہ غالب، دعائے صباح، غالبیات میں چند عنوانات، دیوانِ غالب عکسی (۱۸۴۱ء)، دیوانِ غالب عکسی (۱۸۶۲ء)، دیوانِ غالب متداول تاریخی ترتیب سے، غالب درونِ خانہ، غالب کی بعض تصانیف، پنج آہنگ میں مکاتیب غالب، غالبیات۔ چند شخصی اور غیر شخصی حوالے، اسداللہ خان غالب مرد، غالب کا ایک مشاق شاگرد، بالمکند بے صبر۔ حیات اور انتخاب تصانیف، غالبیات۔ کچھ مطالعے اور مشاہدے، دیوانِ غالب کامل نسخہ گپتا رضا (پانچواں ایڈیشن باتصویر)، انتخابِ رقعات و اشعارِ غالب، اقبال کی خامیاں، غبارِ کارواں، جہانِ استاد داغ دہلوی، غالب: مختصر کوائف و شرحِ منتخب اشعار، رفتگاں کے ساتھ، غالبیات متفرق مضامین، اہم۔ غیر اہم، حرف گیر، توقیتیں اہم کتب ہیں۔

۲۹۔ پروفیسر نذیر احمد صاحب فارسی کے بڑے عالم تھے۔ ان کی مرتبہ تصانیف میں غالب پر چند مقالے، قاضی عبدالودود تحقیقی و تنقیدی جائزے، مومن خان مومن حیات و شاعری، حافظ محمود شیرانی تحقیقی مطالعے، سید مسعود حسن رضوی ادیب حیات اور کارنامے، مولانا امتیاز علی عرشی: ادبی و تحقیقی کارنامے معروف ہیں۔

۳۰۔ ۱۹۳۵ء میں امروہہ میں پیدا ہوئے۔ امروہہ، دلی اور علی گڑھ میں تعلیم حاصل کی۔ دلی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے وابستہ رہے۔ تصانیف میں سرسید اور ہندوستان، اقبال۔ فن اور فلسفہ، کلیات مصحفی، کلیات جرات، غالب حیات و کارنامے، رام چرت مانس معروف ہیں۔

۳۱۔ ضیاء احمد بدایونی کے صاحب زادے مرحوم ظہیر احمد صدیقی شعبہء اردو مسلم یونیورسٹی میں پروفیسر تھے۔ علی گڑھ میں

انتقال ہوا۔ دبستان مومن، مومن شخصیت اور فن، انشائے مومن، فانی کی شاعری، ارمغان فاروقی، مومن خان مومن، فکری زاویے، احساس وادراک، ادب میں جمالیاتی اقدار ایک مطالعہ، مثنوی سحرالبیان، مثنوی گلزارنسیم، انتخاب مومن، جذبات رضی، دیوان درد، مجموعہ نظم حالی، تحقیقی مطالعہ حالی، تحقیقی مطالعہ انیس، اشاریہ کلام غالب، معروف ہیں۔ ان میں مرتبہ کتب بھی ہیں، تحقیقی بھی اور تنقیدی بھی۔

۳۲۔ ظل عباس عباسی، انتہائی نیک اور شریف انسان، دہلی میں صحافت سے وابستہ تھے۔ میر کا دیوان مرتب کیا۔

۳۳۔ یہ اس زمانے کا خط ہے جب ابواللیث صدیقی صاحب کراچی یونیورسٹی میں صدر شعبہء اردو تھے۔ ماہر لسانیات، رشید احمد صدیقی اور مولانا احسن مارہروی سے اکتساب فیض کیا۔ رشید صاحب کی نگرانی میں لکھنؤ کا دبستان شاعری پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ تحریر کیا۔ مسلم یونیورسٹی سے تدریس کا آغاز کیا پھر کچھ عرصہ اورینٹل کالج اور پھر کراچی یونیورسٹی سے وابستہ ہوگئے۔ ترقی اردو بورڈ کے معتمد رہے۔ کراچی یونیورسٹی میں پروفیسر آف ایمریطس رہے۔ ابواللیث صدیقی صاحب اورینٹل کالج لاہور میں رہے پھر کراچی یونیورسٹی میں استاد رہے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ جون ۱۹۱۶ء کو آگرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ رشید صاحب کے ان طالب علموں میں سے تھے جنھوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے پہلے بیچ میں ایم۔ اے کیا۔

۳۴۔ عبارت یہ ہے۔ ''میگزین کے اس نوٹس کا زیادہ اہمیت نہ دیجیے۔ یہ میں کچھ از راہِ ۔۔۔ نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ واقعہ یہی ہے۔''

۳۵۔ ان دونوں شخصیات کے خاکے گنج ہائے گراں مایہ حصہ دوم مرتبہ م۔ ا۔ ندیم، لطیف الزماں خان مطبوعہ دانیال کراچی، دسمبر ۱۹۹۱ء اور ہم نفسانِ رفتہ مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ میں ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئے۔

۳۶۔ پروفیسر اسلوب احمد انصاری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں شعبہء انگریزی سے منسلک رہے۔ ان کی تصانیف میں نقش اقبال، اقبال کی تیرہ نظمیں، غالب کا فن، نذر منظور، اقبال مقالات اور مطالعات معروف ہیں۔

۳۷۔ ۲۶ جنوری ۱۹۲۶ء کو فتح پور میں پیدا ہوئے۔ خاندانی نام سید دلدار علی ہے۔ سکول، کالج اور یونیورسٹی تینوں سطح پر پڑھایا۔ فرمان فتح پوری ایک ہی مضمون میں پی۔ ایچ۔ ڈی اور ڈی لٹ کرنے والے واحد شخص تھے۔ اردو لغت بورڈ کے چیف ایڈیٹر رہے۔ ۱۹۶۳ء سے نگار کی ادارت کی۔ اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری۔ اردو کی منظوم داستانیں۔ اقبال سب کے لیے، میر کو سمجھنے کے لیے۔ غالب شاعرِ امروز و فردا۔ معروف کتابیں ہیں۔

۳۸۔ جاوید طفیل، مرحوم محمد طفیل مدیر نقوش کے بڑے صاحب زادے۔

۳۹۔ لطیف الزماں خاں کتاب لکھنا چاہتے تھے 'اردو کے تین دروغ گو' نثار احمد فاروقی کے بارے میں مضمون چھپ گیا تھا جو دیوان غالب نسخہء امروہہ کے بارے میں تھا (دیکھیے: طلوع افکار) دوسرا مضمون آلِ احمد سرور کے بارے میں اور تیسرا ڈاکٹر معین الرحمٰن کے بارے میں لکھنا چاہتے تھے۔ دونوں اصحاب کا انتقال ہوگیا۔ اس لیے ارادہ ترک کر دیا۔ ان ادیبوں کے بارے میں خان صاحب کے موٴقف اور خیالات کے لیے ملاحظہ کیجیے: 'انشائے لطیف جلد اول تا پنجم'۔

۴۰؎ 'آئینہ کیوں نہ دوں؟' خطباتِ رشید احمد صدیقی کا دیباچہ۔لطیف الزماں خان نے لکھا اور ڈاکٹر آلِ احمد سرور صاحب، ڈاکٹر اسلوب احمد انصاری اور مرحوم ابنِ فرید صاحب کی غلط بیانیوں کی قلعی کھولی ہے اور بے لاگ تبصرہ کیا ہے۔

۴۱؎ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں شعبہء اردو سے وابستہ رہے۔ ان کا خاص مضمون لسانیات ہے۔ کئی کتابوں کے مصنف۔اردو کی لسانی تشکیل اور اردو زبان کی تاریخ اہمیت کی حامل ہیں۔ان کے علاوہ نذر مسعود، پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی اور آیئے اردو سیکھیں بھی ان کی تصانیف ہیں۔

۴۲؎ جولائی ۱۹۰۹ء میں سیوہارا ضلع بجنور میں پیدا ہوئے۔علی گڑھ میں تعلیم حاصل کی اور مسلم یونیورسٹی کے شعبہء اردو میں ملازمت اختیار کی۔مرزا غالب کی ابتدائی شاعری پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔۱۹۵۳ء میں اورینٹل اسٹڈیز لندن یونیورسٹی میں اردو کے استاد مقرر ہوئے اور تقریباً چار سال وہاں رہ کر پڑھانے کا کام کرتے رہے۔بعض ادبی کاموں میں رالف رسل ان کے شریکِ کار رہے۔ بعدازاں شعبہ میں واپس آ گئے۔ان کی شہرت کی ابتدا ان مضامین سے ہوئی جو انھوں نے شبلی نعمانی اور مرزا ہادی رسوا پر لکھے۔ان کا تنقیدی سرمایہ کم ہے لیکن معیار کے اعتبار سے بڑے وزن کی حامل ہیں۔تصانیف میں تنقیدیں، غالب کی ابتدائی شاعری اور قائم چاند پوری کا دیوان غزلیات کی ترتیب ہے۔

۴۳؎ محمد جمیل خان نام، قلمی نام جمیل جالبی۔والد کا نام محمد ابراہیم خان۔ننھیال کا تعلق سہارن پور سے اور ددھیال کا تعلق میرٹھ سے تھا۔۱۲ جون ۱۹۲۹ء کو علی گڑھ میں پیدا ہوئے۔۱۹۴۳ء میں گورنمنٹ ہائی سکول سہارن پور سے میٹرک کیا اور ۱۹۴۵ء میں میرٹھ کالج سے ایف۔اے اور ۱۹۴۷ء میں اسی کالج سے بی۔اے کیا۔۱۹۴۹ء میں کراچی یونیورسٹی سے انگریزی میں ایم۔اے کیا۔سندھ یونیورسٹی سے ایم۔اے اردو ۱۹۷۱ء میں پی ایچ ڈی اور ۱۹۷۶ء میں ڈی لٹ کی ڈگری بھی اسی یونیورسٹی سے حاصل کی۔۱۹۵۰ء میں بطور ہیڈ ماسٹر کے عہدے سے ملازمت کا آغاز کیا پھر ۱۹۵۳ء سے انکم ٹیکس کے محکمے سے وابستہ ہو کر انکم ٹیکس کمشنر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے۔صدر نشین مقتدرہ قومی زبان رہے۔ان کا دائرہء علم تحقیق و تنقید فکر و فلسفہ اور کلچر رہا۔تصانیف و تالیفات میں میں ادب کلچر اور مسائل، پاکستانی کلچر، تنقید و تجربہ، قدیم اردو لغت، ایلیٹ کے مضامین، ارسطو سے ایلیٹ تک۔محمد تقی میر، دیوانِ حسن شوقی، دیوانِ نصرتی، مثنوی نظامی دکنی، بزم خوش نفساں، حاجی بغلول، ن۔م۔راشد ایک مطالعہ، جانورستان، تاریخ ادب اردو شامل ہیں۔

۴۴؎ محمد طفیل ایڈیٹر نقوش لاہور، کئی کتابوں کے مصنف اور لطیف الزماں خاں کے قریبی دوست۔آپ، جناب، مجی وغیرہ معروف کتب ہیں۔نقوش کے کئی یادگار نمبر نکالے۔

۴۵؎ یہاں دیوان غالب نسخہ امروہہ سے متعلق بات کی جا رہی ہے۔جس میں ڈاکٹر نثار احمد فاروقی اور اکبر علی خان عرشی زادہ کے درمیان خوب چپقلش ہوئی۔مرحوم محمد طفیل، نقوش کے ایڈیٹر۔خاکوں کی سات کتابیں مرتب کیں۔لطیف الزماں خان کے واحد دوست۔ملاحظہ کیجیے۔خاکوں کا مجموعہ 'ان سے ملیے'

۴۶؎ سید شجاعت علی قدرت نقوی مرحوم ملتان میں ایک سکول میں مدرس رہے۔مرحوم شان الحق حقی صاحب نے انھیں

لغت نویسی کے کارڈ بنانے پر متعین کیا تھا۔ غالب کون ہے۔ غالب کے حوالے سے کئی مضامین تحریر کیے۔

۴۷ ۱۹۳۶ء میں پیدا ہوئے۔ گورکھپور یونیورسٹی سے میر علی اوسط رشک: حیات و خدمات کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ تحریر کیا۔ مسلم یونیورسٹی شعبہء اردو سے وابستہ رہے۔ پروفیسر نذیر احمد اور قاضی عبدالودود سے تحقیق میں بہت کچھ سیکھا۔ تصنیف و تالیف کے کام کو 'لت' (نشہ) سے تعبیر کرتے ہیں۔ تصانیف میں اردو کے حروف تہجی، پدماوت کی فرہنگ، اس کے علاوہ، تاریخ ارتقاز بان و ادب، اقلیم ادب، تلخیص معلّٰی، قائدہ ء ہندی، اردو صرف، اردو نحو، رسالہ زبان ریختہ، شعر کبیر، شعرائے اردو کے اولین تذکرے، انتخابِ رنگی، معروف کتب ہیں۔ غالب ببلوگرافی پر ان کی بے مثل کتاب ہے۔

۴۸ شیخ عبداللہ معروف پاپا میاں بانی عبداللہ گرلز کالج علی گڑھ ان کا کارنامہ ہے۔

۴۹ فرخ جلالی صاحب، مہرالٰہی ندیم صاحب کے پڑوسی ہیں۔ رشید صاحب کے چند رقعات ان کے پاس ہیں۔ لطیف الزماں صاحب کے بار بار اصرار کے باوجود انھیں نہیں دیئے۔

۵۰ سید انیس شاہ جیلانی۔ محمد آباد، تحصیل صادق آباد میں قیام ہے۔ ان کے پاس بڑی تعداد میں مشاہیر کے خطوط موجود ہیں۔ ان کی تصانیف میں سفر نامہ مقبوضہ ہندوستان، آدمی غنیمت ہے، نوازش نامے، آدمی آدمی انتر، کاغذی ہے پیرہن، محفلے دیدم، مہانڈ راڈیکھنس، مرُدنگ، معاصرین مبارک، دیوان حیرت شملوی مطبوعہ ہیں۔ کئی کتابیں ابھی زیورِ اشاعت سے محروم ہیں۔

۵۱ ان کا نام قمر النساء بیگم ہے۔ ان سے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ جن میں سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں حیات ہیں۔ ۱۹۹۰ء میں ملتان میں انتقال ہوا۔